شاہدہ علی

ناولٹ

ایک تھی زینب

وہ دھلے ہوئے کپڑوں کی ٹوکری اٹھائے سیڑھیاں اتر رہی تھی۔ اس کے آگے آگے تین سالہ ہادی بھی اپنی گیند ہاتھ میں پکڑے سیڑھیاں اتر رہا تھا۔ اچانک وہ جھکا اور سیڑھیوں سے لڑھکتے ہوئے نیچے جا گرا اور اس کے سر سے خون کا فوارہ پھوٹ پڑا۔ ہادی کی چیخوں میں اس کی چیخیں بھی شامل ہوگئیں تھیں اور وہ ٹوکری پھینک کر دوڑتے ہوئے سیڑھیاں اتر کر نیچے آئی اور اس کو اپنی گود میں اٹھالیا۔ ان کی چیخیں سن کر طاہر اور اباجی بھی ان تک پہنچے۔ طاہر ہادی کو اس حال میں دیکھ کر تڑپ اٹھا۔

”تم نے اپنی اصلیت دکھادی، اپنے بچے کے پیدا ہونے سے پہلے اسے مارنے کی کامیاب کوشش کی ہے تم نے۔ تم لاکھ پیار جتاؤ مگر تم ہو تو اس کی سوتیلی ماں اور آج تم نے سوتیلے پن کی اس جلن کو ظاہر کر ہی دیا۔ اگر آج میرے بیٹے کو کچھ ہوگیا تو میں تمہیں بھی زندہ نہیں چھوڑوں گا سمجھیں۔“ طاہر، ہادی کو اس کی گود سے جھپٹتے ہوئے غرایا۔

وہ اس الزام پر سُن ہو کر رہ گئی اور اباجی خاموش تماشائی بنے یہ سب دیکھتے رہے۔ وہ ہادی کو لے کر ہسپتال چلا گیا اور وہ سیڑھیوں پہ بے دم سی ہو کر بیٹھ گئی۔ اباجی آگے بڑھے اور اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر اپنے کمرے میں چلے گئے۔ طاہر کے الفاظ نے اسے اندر تک کاٹ کر رکھ دیا تھا اور اس تکلیف سے

BOOKS BANK
http://booksbankpk.blogspot.com/

نکلنے والے آنسو اس کا دامن بھگونے لگے تھے۔

☆......☆

زینب کو شروع سے ہی بچے بہت اچھے لگتے تھے۔ وہ کل تین بہن بھائی تھے۔ بڑی آپا' اسد بھائی اور زینب۔ زینب اپنے گھر میں سب سے چھوٹی تھی۔ جب وہ آٹھویں جماعت میں تھی تو سامنے والی نصرت باجی (یہ رشتے میں زینب کی کزن تھیں) کے ہاں ان کی سب سے بڑی بیٹی آمنہ پیدا ہوئی۔ زینب کی تو جیسے عید ہو گئی۔ وہ اپنا سارا وقت نصرت باجی کے پاس گزارتی اور آمنہ کو اٹھائے اٹھائے پھرتی۔ آمنہ تھوڑی بڑی ہوئی تو وہ اسے اپنے ساتھ اپنے گھر لے آتی۔ آمنہ بھی اس سے بہت ہل گئی تھی اور اس کے پاس بہت خوش رہتی تھی۔ آمنہ جب تک اس کے پاس رہتی نصرت باجی بے فکر رہتیں کیونکہ زینب چھوٹے ہونے کے باوجود آمنہ کا بہت خیال رکھتی تھی۔ آمنہ رات کو سوتی تو وہ اسے نصرت باجی کے پاس چھوڑ کر جاتی' صبح اٹھتے ہی آمنہ زینب کے پاس جانے کو بے قرار۔ دونوں ایک دوسرے کے لیے لازم وملزوم تھیں۔ جب زینب سیکنڈ ایئر میں آئی تو آمنہ نے بھی اسکول جانا شروع کر دیا۔ آمنہ کی دیکھا دیکھی اس کے چھوٹے بہن بھائی بھی اس سے اٹیچ ہو گئے تھے۔ وہ بھی زیادہ تر اسی کے گرد پائے جاتے تھے۔ نصرت باجی سب سے یہی کہتیں۔ ''بھئی سچی بات تو یہ ہے میری آمنہ کو تو زینب نے ہی پالا ہے۔

زینب میں کوئی تو خاص بات ضرور ہے جو بچے اتنی جلدی اس کی طرف مائل ہو جاتے تھے اور اس کے پاس خوش اور مطمئن رہتے تھے اگر وہ روتے ہوئے بچے کو بھی اٹھا لیتی تو وہ بھی چپ ہو جاتا تھا۔ بچے پہلی ملاقات میں ہی اس کے اچھے خاصے دوست بن جایا کرتے تھے۔ بچے اس کے پاس بہت خوش اور مطمئن رہا کرتے تھے۔ مارکیٹ یا کسی پبلک پلیس میں وہ کسی بچے کو مسکرا کر دیکھ لیتی تو بچہ ہمک ہمک کر اس کے پاس جانے کو تیار ہو جاتا۔ کچھ مائیں تو اس صورت حال کو بہت انجوائے کرتیں اور بچے کے ساتھ خود بھی زینب کی طرف متوجہ ہو کر دو چار باتیں کر لیتیں لیکن کچھ سڑیل قسم کی وہمی مائیں ایسی صورت حال میں اس کو یوں گھور کر دیکھتیں جیسے وہ ان کا بچہ چھین کر بھاگ جائے گی اور اپنے بچے کی توجہ اِدھر اُدھر کرنے میں مصروف ہو جاتیں۔ سب اس کو چھیڑتے کہ یہ تو جادوگر ہے جو دوسروں کے بچوں کو اپنے بس میں کر لیتی ہے اور وہ ایسے ریمارکس پر دل کھول کر ہنس دیتی۔

زینب سیکنڈ ایئر میں تھی جب بڑی آپا بیاہ کر امریکہ چلی گئیں۔ وہ دو تین سال بعد بمشکل پاکستان کا چکر لگا پاتی تھیں۔ ان کے تینوں بچے دور ہونے کے باوجود زینب کے بہت قریب تھے۔ چار سال پہلے اسد بھائی کی شادی ہوئی تھی اور اس کے سال ڈیڑھ سال بعد ماہین پیدا ہوئی۔ ماہین بھی اس کے ساتھ بہت اٹیچ تھی۔ وہ بہت اچھی تھی اور بہت محبت کرنے والا دل رکھتی تھی مگر پتہ نہیں کیوں اس کی بات ابھی تک کہیں نہیں ٹھہری تھی۔ حالانکہ کہ اس کو ماسٹرز کیے ہوئے پانچ سال ہونے کو آئے تھے۔ اس کے امی ابو اس بات کو لے کر خاصے پریشان تھے۔

طاہر اسد کا بہت اچھا دوست تھا۔ اسد کے ساتھ اکثر گھر آ جاتا تھا۔ اسد اور طاہر کی یہ دوستی دونوں خاندانوں کی بھی دوستی بن چکی تھی۔ زینب اپنی امی کے ساتھ دو تین بار طاہر کے گھر جا چکی تھی اور طاہر کی امی ہاجرہ بیگم اکثر ان کے ہاں آ جاتی تھیں۔ کیونکہ ہاجرہ بیگم کی دونوں بیٹیاں بیاہ کر ملک سے باہر جا چکی تھیں۔ اب اس گھر میں تین نفوس (ہاجرہ بیگم' اسلم صاحب اور طاہر) ہی ہوتے تھے۔ پھر اسد اور طاہر کی شادیاں بھی دو تین مہینوں کے فرق سے آگے پیچھے ہی ہوئیں تھیں۔ شادی کے بعد طاہر کی بیوی فاخرہ بھی اس کے ساتھ آ جاتی تھی۔ فاخرہ کی زینب اور بھابھی ثناء کے ساتھ خوب گاڑھی چھنتی تھی۔ پھر ہنستی مسکراتی پیاری سی فاخرہ کے ساتھ وہ ہو گیا جو کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ وہ ڈلیوری کے لیے ہاسپٹل گئی اور ہادی کو جنم دے کر خود ہمیشہ کے لیے آنکھیں موند گئی۔ طاہر اور اس کی فیملی پر تو جیسے آسمان ٹوٹ پڑا تھا۔ زینب کی فیملی بھی اس سانحے پر کئی دنوں اداس رہی۔

☆......☆

وقت کسی کے لیے نہیں رکتا۔ دکھ ہو یا سکھ یہ اپنی مخصوص ڈگر پر چلتا رہتا ہے۔ فاخرہ کے انتقال کے تین ماہ بعد ماہین پیدا ہوئی تو طاہر اپنی ماں کے ساتھ اسے دیکھنے آیا۔ وہ بہت کمزور اور بجھا ہوا لگ رہا تھا۔ زینب نے حاجرہ بیگم سے ہادی کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے ٹھنڈی آہ بھر کے کہا۔

''کیا بتاؤں اس بدنصیب کے بارے میں جس نے اپنی ماں کا لمس تک محسوس نہیں کیا۔ وہ بہت کمزور ہے۔ بیٹا یہ تو حقیقت ہے ماں کا کوئی نعم البدل نہیں ہوتا۔ میں تو اسے اچھی طرح سنبھالتی ہوں لیکن ذرا کوتاہی ہونے پر اس کی طبیعت بگڑ جاتی ہے۔ اس کی نانی اسے اپنے ساتھ لے جانا چاہتی ہیں لیکن طاہر نہیں مانتا۔ کہتا ہے میرا بیٹا میری نظروں کے سامنے رہنا چاہیے۔ بیٹا تم ہمارے حق میں دعا کیا کرو۔'' ہاجرہ بیگم کے التجائیہ لہجے پر زینب نے ان کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ کر انہیں تسلی دی۔

وقت کچھ آگے بڑھا۔ اب ہادی تین سال کا اور ماہین پونے تین سال کی ہو چکی تھی۔ آج ہاجرہ بیگم کافی دنوں بعد ان کے گھر آئیں تھیں۔

''السلام وعلیکم آنٹی۔''

''وعلیکم السلام بیٹا!'' انہوں نے اس کے سر پر پیار سے ہاتھ پھیرا۔

آج ان کے ساتھ ہادی بھی آیا تھا۔ زینب نے اسے دیکھا تو بے اختیار ماہین سے اس کا موازنہ کر ڈالا۔ ہادی اپنی عمر کے لحاظ سے بہت کمزور اور سہما ہوا سا لگ رہا تھا۔ ورنہ اس کی عمر کے بچے خاص طور پر لڑکے تو بھاگ دوڑ میں دلچسپی لیتے ہیں۔ زینب کے دل میں جیسے ہادی کے لیے ممتا ابل پڑی تھی۔

''ہادی بیٹا! ادھر آؤ میرے پاس۔'' اس نے بازو پھیلائے تو ہادی نے سہمی ہوئی نظروں سے اپنی دادی کی طرف دیکھا۔

''جاؤ بیٹا شاباش۔'' دادی نے اس کی حوصلہ افزائی کی۔ کچھ لمحوں بعد ہادی جھجکتا ہوا اس کے پاس گیا۔ اس نے اس کے گالوں پر چٹ پٹ پیار کیا اور اسے لے کر اپنے لان میں چلی آئی۔ جہاں آمنہ اس کے بھائی اور ماہین کھیل رہے تھے۔ وہ اسے بھی کھیلنے پر اکسانے لگی۔ تھوڑی دیر میں اس کی جھجک کم ہوئی تو وہ بھی باقی بچوں کے ساتھ کھیلنے لگا۔

تقریباً آدھے گھنٹے بعد ہاجرہ بیگم نے واپس جانے کا ارادہ کیا تو وہ اسے آنٹی کے پاس لے آئی۔ ہادی بہت خوش لگ رہا تھا زینب نے اسے چپس دیئے اس نے کھانے شروع کر دیے۔

''میرا بچہ تو بہت خوش لگ رہا ہے اور آرام سے چپس بھی کھا رہا ہے۔ ورنہ یہ تو کھانے پینے سے بھی دور بھاگتا ہے۔'' ہاجرہ بیگم نے اس سے کہا۔

''آنٹی اصل میں ہادی گھر میں اکیلا ہوتا ہے۔ جب بچہ کوئی دوڑ بھاگ نہیں کرے گا تو اسے بھوک کا احساس نہیں ہوگا تو بچہ کھانے پینے سے دل چرائے گا نا۔'' زینب نے ہادی کو جوس والا کپ پکڑاتے ہوئے کہا جو اس نے آرام سے تھام لیا تھا۔

BOOKS BANK
http://booksbankpk.blogspot.com/

"بیٹا! میں بوڑھی جان ہوں اتنی بھاگ دوڑ نہیں کر سکتی۔ میں نے طاہر سے کئی بار کہا کہ دوسری شادی کر لو ہادی کو ایک ماں کی ضرورت ہے تو وہ کہتا ہے کہ اس بات کی کیا گارنٹی ہے کہ دوسری بیوی اس کو ایک ماں کی طرح چاہے گی۔ اس کے لیے تو وجہ ہی ہو گا اس لیے میں نہیں چاہتا میرا بچہ ماں کی محبت کے ساتھ ساتھ باپ کی محبت سے بھی ہاتھ دھو بیٹھے۔" ہاجرہ نے دل کے پھپھولے پھوڑے۔

"آنٹی! آپ ایسا کریں ہادی کو اکثر ادھر لے آیا کریں۔" اس نے مشورہ دیا جسے ہاجرہ بیگم نے سوچ بچار کے بعد عمل کرنا شروع کر دیا تھا اور اکثر ہادی کو ادھر لانے لگی تھیں۔

☆.....☆

"زینب اپنے ابو کے لیے روٹیاں بنا لو۔" امی نے اسے آواز دی۔

وہ ماہین کو اپنی کمر پر لٹکائے اندر آئی اور اس کو بھابھی کی گود میں ڈال کر کچن میں چلی گئی لیکن ماہین سکون سے اپنی ماں کی گود میں بیٹھنے کی بجائے اپو پاش (پھپھو کے پاس) اپو پاش کہتی ہوئی اس کے پیچھے کچن میں چلی آئی اور اس کی ٹانگوں سے لپٹ گئی۔ اس نے اسے اٹھا کر اس کے چہرے کو چوما اور اسے سلیب پر بٹھا کر روٹیاں بنانے لگی۔ ماہین اسے روٹی بناتے اور توے پر ڈالتے دیکھ کر خوش ہو رہی تھی۔

"اپو میں بھی؟" اس نے چھوٹا سا پیڑا بنا کر ماہین کو دیا تو وہ خوشی سے قہقہے لگانے لگی۔

کام مکمل کر کے اس نے سنک پر ہاتھ دھوئے پھر ماہین کو اٹھا کر اس کے ہاتھ دھلوائے اور اسے اپنے کمرے میں لے آئی۔ اس نے چٹائی بچھا کر ماہین کو اس پر بٹھایا اور تصویروں والی کتابیں لے کر اس کے پاس آ بیٹھی۔ اسی دوران ہاجرہ بیگم ہادی کو لے کر چلی آئیں۔ زینب نے ان کو سلام کیا اور ہادی کو اٹھا کر پیار کیا۔ پھر اسے ماہین کے ساتھ ہی بٹھا کر تصویریں دکھانے لگی۔ ماہین نے اس بات کا بہت برا منایا۔

"اپو یہ میری گبش (بکس) ہیں میں نہیں۔" ماہین نے اس کے ہاتھ سے کتاب چھینتے ہوئے نفی میں سر ہلایا اور ہادی کو بڑی کینہ توز نظروں سے دیکھا۔

"بیٹا! ہادی آپ کا بھائی ہے نا اپنی بکس اس کو دکھاؤ۔" اس کے چمکارنے پر ماہین نے اپنی بکس تھوڑی دیر میں ہادی کو پکڑا دیں۔

وہ دونوں کو تصویریں دکھاتے ہوئے بچوں کی زبان میں ان سے باتیں بھی کرتی جا رہی تھی جس کی باتیں سن کر ہادی اور ماہین دونوں کھلکھلانے لگے۔

"بھئی زینب میرا پوتا تو تمہارا دیوانہ ہو گیا ہے۔ آج بھی آنٹی پاش چلیں کی ضد کر کے یہاں لایا ہے۔" ہاجرہ بیگم نے ہادی کی چہکنے کی آواز سن کر اس سے کہا۔ ہادی اور آنٹی شام کو واپس چلے گئے۔ ہاجرہ بیگم اب اس مسئلے کا مستقل حل چاہتی تھیں۔ کافی دنوں سے وہ اس مسئلے پر سوچ بچار کر رہی تھیں۔

☆.....☆

"میرے لیے اب ہادی کو سنبھالنا مشکل ہوتا جا رہا ہے۔ یہ عام بچوں کی طرح ایکٹیو ہے اور نہ ہی ان کی طرح پراعتماد اور اس کی جو وجہ جو مجھے سمجھ میں آئی ہے وہ یہ ہے کہ یہ اکیلا ہے۔ اس کو ساتھیوں کی ضرورت ہے۔ میں نے دیکھا ہے زینب کے گھر جا کر بہت خوش ہوتا ہے اور ماہین کے ساتھ خوشی خوشی کھیلتا ہے۔ زینب بھی اس کا بہت خیال رکھتی ہے۔ وہ تو خیر ہے ہی بہت اچھی بچی۔ بچوں سے پیار کرنے والی۔ خیر میں چاہتی ہوں آپ طاہر کو سمجھائیں کہ وہ دوسری شادی کر لے۔" ہاجرہ بیگم

نے رات کو اسلم صاحب (طاہر کے ابو) سے بات کی۔

"ہاجرہ بیگم! اس بات کی کیا گارنٹی ہے کہ آنے والی ہمارے ہادی کا ماں کی طرح خیال رکھے گی۔" اسلم صاحب نے بھی طاہر کی طرح اپنے خدشے کا اظہار کیا۔

"یہ رسک تو ہمیں لینا ہی ہو گا۔ ویسے ہم یہ کوشش تو کر سکتے ہیں کہ طاہر کے لیے ہم جو بھی لڑکی پسند کریں وہ ہادی کو دل سے قبول کرے۔" ہاجرہ بیگم نے اپنی رائے دی۔

"لیکن ایسی لڑکی لاؤ گی کہاں سے ہاجرہ؟" انہوں نے اس لاحاصل بحث سے اکتاتے ہوئے کہا۔

"لڑکی تو ہے میری نظر میں اگر آپ اور طاہر راضی ہوں تو میں بات آگے بڑھاؤں۔" ہاجرہ بیگم کی اس بات پر اسلم صاحب نے انہیں چونک کر دیکھا۔

"کس کی بات کر رہی ہو؟" انہوں نے ابرو اچکائی۔

"اپنی زینب کی۔" ہاجرہ بیگم نے اطمینان سے جواب دیا۔

"ہاجرہ! مجھے تم سے ایسی خود غرضی کی امید ہرگز نہیں تھی۔ زینب غیر شادی شدہ ہے اور اپنے طاہر کی یہ دوسری شادی ہو گی۔ مجھے یقین ہے وہ اپنے والدین پر اتنی بھاری نہیں ہو گی کہ وہ اسے طاہر سے بیاہ دیں۔" اسلم صاحب نے قدرے ناگواری سے کہا۔

"اس میں خود غرضی کی کیا بات ہے طاہر ماشاء اللہ پڑھا لکھا ہے اچھی پوسٹ پر کام کر رہا ہے۔ بس قسمت میں پہلی بیوی کا ساتھ نہیں لکھا تھا اور رہی زینب کی بات تو یہ میں اس لیے سوچ رہی ہوں کہ اس بچی کا دل بہت کھلا ہے اور بچوں سے وہ جتنا پیار کرتی ہے کسی سے ڈھکا چھپا نہیں ہے۔ وہ تو لوگوں کے بچوں کو گودوں میں اٹھائے پھرتی ہے۔ مجھے یقین ہے اگر طاہر کی شادی اس سے ہو جاتی ہے تو وہ ہمارے ہادی کے لیے بہترین ماں ثابت ہو گی۔" ہاجرہ بیگم پُر یقین تھیں۔

"تو تم اس بچی کی اچھی فطرت کو ایکسپلائٹ کرنا چاہتی ہو؟" اسلم صاحب کے خیال میں یہ شادی زینب کے ساتھ سراسر زیادتی تھی۔

چند روز بعد ہاجرہ بیگم نے طاہر سے زینب کے بارے میں بات کی تو اس نے حسب سابق ہتھے سے اکھڑنے کے بجائے سوچنے کے لیے وقت مانگا۔ ہاجرہ بیگم کو یہ تبدیلی بہت مثبت لگی۔ اس نے سوچنے کے لیے اس لیے وقت مانگا کہ لاکھ وہ انکار کرتا لیکن یہ حقیقت تھی اس کا بچہ ذہنی اور جسمانی طور پر اپنے ہم عمر بچوں سے پیچھے تھا۔ اس کے بچے کو بھی اگر ماں کی محبت اور کیئر مل جاتی تو وہ بھی نارمل بچوں کی طرح خوش باش ہو سکتا تھا۔ وہ زینب کی نیک فطرت سے پوری طرح واقف تھا اور وہ یہ بھی جانتا تھا کہ بچوں کے حوالے سے وہ بہت زیادہ کیئرنگ اور حساس ہے۔ وہ جب بھی ان کے گھر جاتا وہ ہادی کے بارے میں ضرور پوچھتی تھی۔ اسی لیے اس نے سوچنے کے لیے وقت مانگا تھا کہ اپنی ماں کی طرح اس کے اندر بھی کہیں یقین موجود تھا کہ وہ ہادی کو ماں کا پیار دے سکتی ہے اور اب طاہر کو بھی تنہائی کا احساس ہونے لگا تھا اور ایک ساتھی کی خواہش اس کے اندر بھی جاگنے لگی تھی۔ چند روز کی سوچ بچار کے بعد اس نے ہاجرہ بیگم سے کہا کہ وہ زینب کے والدین سے بات کر کے دیکھ لیں۔ رات کو اسلم صاحب سے بات کی تو وہ خاموش ہو گئے۔ ان کا خیال بھی یہی تھا کہ اس کے والدین ہرگز نہیں مانیں گے۔

☆.....☆

BOOKS BANK
http://bookspk.blogspot.com

ہاجرہ بیگم نے جب زینب کی امی سے اپنی خواہش بیان کی تو وہ چپ ہو گئیں بلکہ دل میں انہیں بہت ناگوار ہوئی لیکن انہوں نے اپنے آپ کو سنبھال کر بڑے تحمل سے جواب دیا۔

"بہن میں اس سلسلے میں کچھ نہیں کہہ سکتی۔ میں زینب کے باپ اور بھائی سے بات کروں گی ان کی رائے آپ تک پہنچا دوں گی۔" کچھ دنوں بعد زینب کی امی نے اس کے ابو اور بھائی بھابھی کی موجودگی میں ہاجرہ بیگم کی خواہش بیان کی تو اس کے ابو کچھ سوچنے لگے۔

"طاہر اچھا اور دیکھا بھالا لڑکا ہے۔ اچھے عہدے پر کام کر رہا ہے، نیک فطرت بچہ ہے ہماری زینب کے لیے بہت مناسب رہے گا۔" انہوں نے اپنی رائے دی اسد بھائی نے بھی ابو کی رائے سے اتفاق کیا۔

"لیکن آپ لوگ یہ کیوں نہیں سوچتے کہ لوگ کیا کہیں گے کہ میں نے اپنی بیٹی کو ایک بچے کے باپ سے بیاہ دیا۔" زینب کی امی نے غصے کا اظہار کیا اسد اور ابو دونوں خاموش تھے۔

"امی ٹھیک کہہ رہی ہیں لوگ تو لوگ اپنے رشتے دار کتنی باتیں کریں گے کہ بیٹی اتنی بھاری ہے کہ ایک بچے کے باپ سے بیاہ دی۔" بھابھی نے بھی امی کی طرف داری کی۔

"رشتے داروں کو اپنے لڑکوں کی خاندان میں اور خاندان سے باہر شادیاں کرتے وقت ہماری زینب کا خیال نہیں آیا تھا تو اب ہم اس بارے میں ایک اچھا فیصلہ کرتے وقت ان کی باتوں کے بارے میں سوچ کر کیوں پریشان ہوں۔" زینب کے ابو نے امی اور بھابھی کو سمجھاتے ہوئے کہا تو وہ دونوں بھی چپ کر گئیں کہ بہرحال جو بھی تھا طاہر ہر لحاظ سے بہترین تھا۔

"دیکھیے میں جانتی ہوں زینب کو بچوں سے کوئی مسئلہ نہیں ہوتا لیکن پھر بھی یہ اس کی پوری زندگی کا معاملہ ہے اور میں چاہتی ہوں کہ کوئی بھی فیصلہ کرنے سے پہلے اس کی رائے ضرور لی جائے۔" امی نے اپنی پریشانی کو چھپاتے ہوئے کہا۔

وہ سب کے لیے چائے لے کر آئی تھی۔ اس نے دروازے کے باہر کھڑے ہو کر ساری بات چیت سن لی تھی۔ وہ خاموشی سے اندر آئی اور چائے کی ٹرے میز پر رکھ کر واپس مڑنے لگی جیسے اس نے کچھ بھی نہ سنا ہو۔

"اے اللہ! اگر تو نے میری قسمت میں یہ نیکی لکھی ہے کہ میں بن ماں کے بچے کو ایک ماں بن کر پالوں تو پروردگار میری مدد فرما اور میرے لیے راستہ ہموار کر دے۔ مولا! میں نے ہر وہ کام کرنے کی کوشش کی ہے جس تو راضی ہو۔" رات کو اس نے عشاء کی نماز پڑھنے کے بعد اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ دعا مانگنے کے بعد وہ پرسکون ہو گئی تھی۔

کچھ روز بعد امی ابو کے کہنے پر بھابھی نے ساری بات اسے بتا کر اس کی رائے جاننی چاہی۔

"بھابھی مجھے امی ابو کا ہر فیصلہ منظور ہو گا۔"

اس کے امی ابو نے اس رشتے کے لیے رضا مندی ظاہر کر دی۔ مثبت جواب ملنے پر ہاجرہ بیگم اور اسلم صاحب آ کر بات پکی کر گئے۔ اس روز ہاجرہ بیگم نے زینب کو گلے لگا کر خوب پیار کیا اور دعائیں دیں۔ طاہر کی امی یہ کام جلد از جلد کرنا چاہتی تھیں۔ انہوں نے کسی بھی قسم کے جہیز کے لیے منع کر دیا اور دو ماہ بعد کی تاریخ طے کر لی۔ ہاجرہ بیگم شادی کی تیاریوں میں کسی بھی قسم کی کسر نہیں چھوڑنا چاہتی تھیں۔ ان کے بیٹے کی بے شک یہ دوسری شادی تھی مگر زینب کی تو پہلی شادی تھی نا۔

شادی سے دو ہفتے پہلے کی بات ہے کہ طاہر کی کال آئی زینب نے ریسیو کر لی۔

"السلام علیکم زینب!" اس نے اس پر سلامتی بھیجی۔

"وعلیکم السلام۔" کہہ کر خاموش ہو گئی۔

"زینب میں یہ کنفرم کرنا چاہ رہا تھا کہ یہ شادی کا فیصلہ تمہاری رضامندی سے ہوا ہے؟" طاہر نے اپنے فون کرنے کا مقصد بیان کیا۔

اس کا دل چاہا کہہ دے آپ کو بہت جلدی خیال نہیں آ گیا۔

"اگر میں کہوں نہیں تو؟" اس نے کچھ لمحوں بعد اس کے سوال کا جواب ادھورے سوال کی صورت میں دیا۔ اس پر ادھر ایک لمحے کے لیے خاموشی چھا گئی۔

"تو میں یہ سلسلہ یہیں ختم کروا دوں گا کیونکہ میں جبر کا قائل نہیں ہوں تم میرا یقین رکھو۔" اس نے مضبوط لہجے میں کہا تو وہ مسکرا دی۔

"آپ بے فکر رہیے امی ابو نے میری رضا مندی لی ہے۔" زینب نے پرسکون ہوتے ہوئے کہا۔ اس سے بات کرنے کے بعد طاہر مطمئن ہو گیا۔

☆......☆

پھر دو ہفتے بعد ہاجرہ بیگم بڑے چاؤ سے زینب کو بیاہ کر لے آئیں۔ اس شادی میں طاہر کی صرف ایک بہن شریک ہو سکی تھی۔ زینب پر دلہن بن کر بہت روپ آیا تھا۔ رات کو سب رسموں کے بعد اسے طاہر کے کمرے میں پہنچا دیا گیا۔ ہادی بھی اس کے ساتھ ہی چلا آیا۔ اس نے اپنے ساتھ بیڈ پر ہی اس کو بٹھا لیا۔ وہ دلہن بنی زینب کو بہت پرشوق نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

"آنتی (آنٹی) آپ میرے بابا کی ڈولن (دلہن) ہو؟" ہادی کا سوال سن کر اس کا دل عجب سے انداز میں دھڑکا۔ اس نے مسکرا کر ہادی کو اپنے ساتھ لگا لیا۔

"جی بیٹا میں آپ کے بابا کی دلہن اور آپ کی ماما ہوں۔"

"لیکن آپ تو زینب آنتی ہو۔" ہادی نے جیسے اس کو سمجھایا تھا۔

"پہلے میں زینب آنتی تھی اب آپ کی ماما ہوں ٹھیک۔" ہادی نے خوشی سے سر ہلایا۔

وہ تھک چکا تھا اب اسے نیند آ رہی تھی۔ زینب نے اس کا سر تکیے پر رکھا اور ہولے ہولے تھپکنے لگی۔ ہادی سوئی جاگی کیفیت میں تھا۔ جب طاہر کمرے میں آیا۔ وہ دروازہ بند کر کے مڑا تو اس نے انگلی ہونٹوں پر رکھ کر اس کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ وہ اس وقت اپنا دلہناپا بھلائے ہادی کو سلانے میں مگن تھی۔ ہادی سامنے صوفے پر بیٹھ گیا اور غیر ارادی طور پر اس کا جائزہ لینے لگا۔ ہادی کے سو جانے کے بعد وہ سیدھی ہوئی تو اس کی نظر اپنی طرف غور سے دیکھتے ہوئے طاہر پر پڑی اسے یکدم اپنی موجودہ حیثیت کا احساس ہوا اور وہ بے اختیار سر جھکا گئی۔

وہ خاموشی سے اٹھا اور ہادی کو کندھے سے لگا کر کمرے سے باہر نکل گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ دوبارہ کمرے میں آیا اور دروازہ لاک کر کے اس کے پاس آن بیٹھا۔ وہ اپنے اتھل پتھل دل کو سنبھالنے لگی۔

"زینب! تم یہ جانتی ہو نا میں نے یہ شادی کیوں کی ہے؟ میں جانتا ہوں کہ تمہارے دل میں بھی ہر لڑکی کی طرح شادی کو لے کر کچھ ارمان ہوں گے۔ تم اپنے دل سے سارے وسوسے ختم کر دو میں تمہارے حقوق کی ادائیگی میں بھی کوتاہی نہیں کروں گا اور بدلے میں صرف یہ چاہوں گا کہ تم میرے ہادی کو ایک ماں کا پیار دو۔" اس نے سنجیدگی سے کہا۔

اس نے ایک لمحے کے لیے اپنے سامنے بیٹھے طاہر کو دیکھا۔

BOOKS BANK
http://booksbankpk.blogspot.com

"یہ سب قبل از وقت بات ہوگی لیکن آپ اطمینان رکھیے میں کبھی ہادی کو ماں کی کمی محسوس نہیں ہونے دوں گی۔" زینب نے اپنا لرزتا ہوا ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھا۔ طاہر اس کی بات سن کر مسکرا دیا۔

"ہوں تم ہادی کو ایک ماں کی طرح پیار کرو گی تو کیا مجھے ایک بیوی کی طرح پیار کرو گی اور کبھی بھی بیوی کی کمی محسوس نہیں ہونے دو گی نا؟" اس نے دونوں ہاتھ تھام لیے۔

اس نے بے ساختہ اس کی طرف دیکھا اور اس کی آنکھوں میں ناچتی شرارت کو دیکھ کر مسکرا دی تھی۔

☆......☆

وہ واش روم سے باہر آئی تو طاہر موبائل کان سے لگائے کسی سے بات کر رہا تھا اسے باہر آتا دیکھا تو کہنے لگا۔

"لو اسد، زینب سے بات کرلو۔" اس نے موبائل اس کی طرف بڑھایا۔ زینب نے موبائل کان سے لگا کر اسد کو سلام کیا۔

"وعلیکم السلام! لو بھئی زینب ماہین سے بات کرو۔ اس نے صبح سے رو رو کر خود اور ہم سب کو ہلکان کر دیا ہے۔ کل تمہاری رخصتی کے بعد یہ سو گئی تھی اب اٹھی ہے تمہیں ڈھونڈ رہی ہے اور "اپو پاش میری اپو پاش جانا ہے" کہہ کر روئے جا رہی ہے۔" اسد نے ماہین کے کان سے فون لگایا تو وہ اسے پکارنے لگی۔

"ماہین میرا بچہ کا (کیا) ہوا؟ کیوں رو رہا ہے میرا پیارا۔ ہاں جانو ابھی بابا کے ساتھ آ جاؤ میرا گڈا بس اب چپ کرو میرا بیٹا۔" پھر اس نے اسد بھائی سے کہا کہ وہ ناشتہ لے کر آئیں تو ماہین کو بھی اپنے ساتھ لے کر آئیں۔ اس کے بات کرنے کے دوران طاہر اسے بہت غور سے سن رہا تھا۔ زینب نے فون بند کیا تو اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بھری ہوئی تھیں۔ اس نے کب ماہین کو یوں رونے دیا تھا۔ وہ اس کی کیفیت سمجھ رہا تھا۔ اس نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا تو وہ اپنے آنسو پونچھتے ہوئے وہاں سے اٹھ گئی۔

دس بجے اسد بھائی، بھابھی اور بڑی آپا ناشتہ لے کر آ گئے۔ زینب اپنے کمرے میں صوفے پر بیٹھی ہوئی تھی۔ ہادی اس کی گود میں چڑھا بیٹھا تھا وہ اس سے چھوٹی چھوٹی باتیں کر رہی تھی۔ سب سے ملوانے کے بعد طاہر ان کو اپنے کمرے میں ہی لے آیا۔ ماہین دوڑتی ہوئی "اپو میری اپو" کہتی ہوئی اس کی طرف لپکی۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر اسے بھی اپنی گود میں بٹھا لیا اور اس کے گالوں پر پیار کرنے لگی۔ ماہین فوراً اس کے گلے سے لپٹ گئی۔ گود میں ہونے کی وجہ سے وہ اٹھ کر کسی سے مل نہ سکی۔ اسد بھائی نے اس کے سر پر پیار سے ہاتھ پھیرا۔ بھابھی اور بڑی آپا اس کے بیٹھے بیٹھے ہی گلے ملیں۔ طاہر نے ہادی کی طرف دیکھا وہ زینب کی گود میں بہت ہی مسرور نظر آ رہا تھا۔ اس کے لیے دونوں بچوں کو گود میں بٹھانا مشکل ہو رہا تھا اس نے آگے بڑھ کر ہادی کو زینب کی گود سے لینا چاہا۔

"نہیں بابا بے (یہ) میری ماما ہے۔" ہادی نے اس کے ساتھ لپٹتے ہوئے کہا۔

اس کی بات سے کمرے میں موجود تمام لوگوں کے چہروں پر مسکراہٹ بکھر گئی۔ ہادی کی بات سن کر ماہین زینب سے لپٹ کر بولی۔

"نائیں (نہیں) بے (یہ) میری اپو ہیں میری اپو کی گود سے اٹھو۔" ماہین نے ہادی کو اپنے ہاتھ سے پرے دھکیلا۔

"چلو بھئی میں ہادی کی ماما اور ماہین کی پھپھو ہوں ٹھیک ہے اب۔" اس نے دونوں کی لڑائی ختم کراتے ہوئے کہا تو ماہین اور ہادی نے ایک دوسرے کو گھورتے ہوئے سر ہلا دیا۔

طاہر نے بچوں میں مگن زینب کو تشکر بھری نظروں سے دیکھا جس نے اس کے بچے کو ماں کی محبت کا احساس دلانا شروع کر دیا تھا۔

☆......☆

زینب بہت نیک فطرت لڑکی تھی۔ اس نے ہادی سمیت طاہر کے سب گھر والوں کو بہت محبت سے اپنا لیا تھا۔ ماہین شروع شروع میں بہت ڈسٹرب رہی تھی۔ پھر آہستہ آہستہ وہ سیٹ ہو گئی۔ کسی ویک اینڈ پر وہ اپنے ماما پاپا، دادا دادی کے ساتھ زینب سے ملنے چلی جاتی۔ ماہین سے اس کی محبت میں کوئی کمی نہیں آئی تھی۔ اس نے ہادی کو خصوصی توجہ دینی شروع کر دی تھی۔ وہ اس کے کھانے پینے کا خصوصی خیال رکھتی تھی۔ اس کی محبت اور توجہ پا کر ہادی چار ماہ میں کافی کانفیڈنس اور صحت مند ہو گیا تھا۔ طاہر اس کو پا کر اللہ کا بہت شکر گزار تھا۔ وہ ہادی کے کپڑے لینے کمرے میں آئی۔ طاہر بیڈ پر دراز تھا۔ اسے دیکھ کر وہ اٹھ کر اس کے پاس چلا آیا۔

"یار مانا کہ تم ہادی میں بہت مصروف رہتی ہو لیکن کبھی کبھی ہادی کے پاپا کی طرف بھی توجہ دے دیا کرو۔" طاہر نے اسے اپنے ساتھ بیڈ پر بٹھا لیا۔ اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔

"میں ابھی آتی ہوں ہادی کو چینج کروا دوں۔" زینب نے اسے گویا تسلی دی تھی۔ اتنے میں وہ اسے پکارتا ہوا کمرے میں چلا آیا۔

"بابا یہ میری ماما ہیں آپ پیچھے ہٹو۔" ہادی نے اس کا ہاتھ زینب کے ہاتھ سے چھڑا کے خود پکڑ لیا۔ اس کی بے بسی دیکھ کر زینب نے قہقہہ لگایا۔

"اچھا بچو! یہ تمہاری ماما ہے تو میری بیوی بھی ہے میں تو پکڑوں گا اس کا ہاتھ۔" اس نے ہادی کو چڑاتے ہوئے زینب کا ہاتھ دوبارہ پکڑ لیا۔

"جی نہیں آپ میری ماما کا ہاتھ چھوڑو۔" وہ غصے میں آ گیا۔

"نہیں چھوڑوں گا۔" طاہر نے اسے مزید چڑایا۔

"میں دادا کو بتاتا ہوں آپ میری ماما کا ہاتھ پکڑتے ہو۔" اس نے دروازے کی طرف جاتے ہوئے دھمکی دی۔

"ارے میرے باپ! یہ لے پکڑ سنبھال اپنی ماما کو۔" اس نے ایک ہی جست میں اسے گود میں پکڑ کے زینب کی گود میں بٹھا دیا۔ اسے بہت خوشی ہو رہی تھی اس کا بچہ پوزیشن کے مطابق اعتماد سے بات کرنے لگا ہے۔ اس نے زینب کے کندھوں پر بازو پھیلا کے "شکریہ زینب" کہا۔

"پلیز آپ مجھے بار بار شرمندہ نہیں کیا کریں۔" اس نے التجائیہ لہجے میں کہا۔

زینب کے پاس صرف کھانے پکانے اور ہادی کو سنبھالنے کی ڈیوٹی ہی تھی۔ باقی سب کاموں کے لیے ملازمہ صبح آتی اور شام کو چلی جاتی تھی۔ ہاجرہ بیگم اس سے اپنی نگرانی میں کام کرواتی تھیں۔ لہٰذا زینب کا زیادہ تر وقت ہادی کے ساتھ گزرتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ اس سے بہت زیادہ اٹیچ ہو گیا تھا۔ وہ ہر وقت اس کا باڈی گارڈ بنا رہتا تھا۔ وہ دونوں ہادی کے سامنے بہت احتیاط سے رہتے تھے لیکن بھی کوئی بے احتیاطی ہو جاتی تو ہادی صاحب فوراً ٹوک دیتے تھے۔ جیسے اس روز ہوا تھا کہ رات کھانے کے بعد طاہر اور زینب اپنے کمرے میں تھے۔ طاہر زینب کی گود میں سر رکھے لیٹا ہوا تھا۔ وہ ہولے ہولے اس کا سر دبا رہی تھی۔ ہادی اپنے دادا دادی کے ساتھ کھیل رہا تھا۔ اسے نیند آنے لگی تو وہ اپنے کمرے میں چلا گیا کیونکہ وہ زینب کے ساتھ سونے کا عادی ہو چکا تھا۔

"ماما! نیند آتی ہے سونا ہے۔" ہادی نے بیڈ پر چڑھ کر اپنے مخصوص انداز میں کہا۔ طاہر ابھی تک

BOOKS BANK http://booksbankpk.blogspot.com

ویسے ہی لیٹا ہوا تھا۔

"بابا! آپ اٹھو یہ میری ماما ہیں۔ آپ اپنی ماما کی گود میں سوئیں (سوئیں)۔" اس نے اس کے سر کو دھکیلتے ہوئے کہا۔

"کیجیے جناب! آپ سو جائیں اپنی ماما کی گود میں۔" وہ اٹھ کر بیٹھ گیا تو ہادی فوراً ماما کی گود میں گھس کر بیٹھ گیا۔

اسلم صاحب اور ہاجرہ زینب سے بہت خوش تھے۔ اس نے نا صرف ہادی بلکہ پورے گھر کو بہت اچھی طرح سے سنبھال لیا تھا۔ وہ ہادی کے بہت لاڈ اٹھاتی لیکن اس کی تربیت کے معاملے میں کوئی سمجھوتہ نہیں کرتی تھی۔ اس کی غلطیوں پر اسے پیار سے سمجھاتی تھی لیکن ضرورت محسوس ہونے پر وہ اسے ہلکا سا ڈانٹ بھی دیتی تھی۔ زینب سے خود سے کوئی غلطی ہو جاتی تو وہ ہادی سے سوری کہتی تھی اور اس نے ہادی کو بھی غلطی پر سوری کرنا سکھایا تھا۔ طاہر کے امی ابو ہر وقت گھر پر ہوتے تھے۔ زینب اور ہادی سارا وقت ان کے سامنے ہوتے تھے۔ ابھی تک انہیں اس کی کوئی ایسی بات یا کام نظر نہیں آیا تھا جو قابل گرفت ہوتا۔ بلکہ وہ مطمئن تھے کہ ہادی اب کیئرنگ ہاتھوں میں ہے۔

☆......☆

طاہر اپنے آفس میں بیٹھا کوئی ضروری فائل دیکھ رہا تھا۔ جب اس کے پی اے نے اسے اطلاع دی کہ عمر کریم نام کا کوئی شخص اس سے ملنا چاہتا ہے۔ طاہر نے اسے فوراً اندر بھیجنے کو کہا۔ عمر کریم طاہر کا یونیورسٹی فیلو تھا۔ وہ کینیڈا میں ہوتا تھا۔ آج کل پاکستان آیا ہوا تھا۔ لہٰذا آج طاہر سے ملنے چلا آیا تھا۔ عمر کریم اندر آیا تو طاہر پر جوش انداز میں اس سے ملا۔ حال احوال پوچھنے کے بعد طاہر نے چائے منگوائی۔ آدھے گھنٹے بعد طاہر کا لنچ ٹائم ہوا تو وہ عمر کریم کو لے کر "پزا ہٹ" چلا آیا۔ آرڈر کرنے کے بعد دونوں باتیں کرنے لگے۔

"یار طاہر! ہے تو تمہارا ذاتی معاملہ لیکن تم نے دوسری شادی کر کے ہادی کے ساتھ بہت زیادتی کی ہے۔" عمر کریم نے کچھ جھجک کر کہا۔

"وہ کیسے؟" طاہر نے حیرانی سے پوچھا۔

"کیسے کا کیا سوال یار میری ایک بات ذہن میں رکھنا کہ وہ عورت تمہاری بیوی تو ہو سکتی ہے لیکن ہادی کی وہ صرف سوتیلی ماں ہوگی۔ یہ لفظ سوتیلی اپنے اندر کتنا زہر رکھتا ہے تم شاید سوچ بھی نہ سکو لیکن میں نے اس زہر کو قطرہ قطرہ پیا ہے اور دیکھو کیسی عجیب بات ہے کہ اس زہر سے انسان جسمانی طور پر بچ بھی جائے تو اس کی روح مر جاتی ہے۔" عمر کریم کے لہجے میں بہت دکھ تھا۔

"عمر! زینب بہت اچھی ہے اس میں سوتیلی ماں والی کوئی جلن نہیں ہے وہ سگی ماں سے بڑھ کر ہادی کا خیال رکھتی ہے۔" طاہر نے زینب کا بھرپور دفاع کیا۔

"طاہر! تم تو جانتے ہو میرے ابو نے میری امی کے انتقال کے بعد دوسری شادی کی تھی لیکن تم یہ نہیں جانتے کہ اس سوتیلی ماں کے ہاتھوں میرے ساتھ کیا کیا ہوا تھا۔ طاہر میں شاید یہ سب تم سے کبھی شیئر نہ کرتا لیکن اب ضرور تم سے شیئر کروں گا کہ تم ہادی کے حوالے سے کسی غفلت کا شکار نہ ہو جاؤ۔" عمر کریم ایک لمحے کے لیے رکا تو طاہر نے ناسمجھی کے عالم میں اس کی طرف دیکھا۔

"شروع میں سب کچھ ٹھیک تھا میری سوتیلی ماں مجھ سے بہت پیار کرتی تھی۔ جب اس نے میرے ابو کی نظروں میں اپنا مقام بنا لیا تو اور ان کا اعتبار حاصل کر لیا تو پھر میرے ساتھ اس کا سلوک بدلنے لگا۔ وہ ابو کی غیر موجودگی میں مجھے ڈانٹنے اور مارنے بھی لگیں۔ وہ مجھے سختی سے منع کرتی کہ اگر میں نے یہ سب کچھ ابو کو بتایا تو وہ مجھے گھر سے نکال دیں گی

BOOKSBANK
http://booksbank.blogspot.com/

اور میں بے گھر ہونے کے خوف سے ابو کو کچھ نہ بتاتا۔ ابو کے سامنے وہ اب بھی مجھ سے بہت پیار جتاتی تھی۔ ابو میرے لیے کوئی چیز لے کر آتے تو بعد میں وہ چیز چھین کر مجھے دھمکی دیتی کہ اگر آئندہ ابو سے کوئی زیادتی کی تو وہ مجھے بہت مارے گی۔ میں خوف کے مارے ان کی ساری ہدایت پر عمل کرتا چلا گیا۔ اس چیز نے مجھے ابو کی نظروں میں بدتمیز اور نافرمان بنادیا۔ ابو مجھ سے پیار کرتے تو میں ان سے دور ہونے کی کوشش کرتا۔ وہ میرے لیے کوئی چیز لاتے تو میں اسے پکڑنے کے لیے ہاتھ آگے نہ بڑھاتا۔ پہلے تو ابو میری حرکتیں برداشت کرتے رہے پھر وہ بھی رفتہ رفتہ مجھے ڈانٹ ڈپٹ کرنے لگے۔ میں اندر ہی اندر مزید خوف کا اور تنہائی کا شکار ہوتا گیا۔ میں ماں کے ساتھ باپ کے پیار سے بھی محروم ہو گیا تھا۔" عمر کریم نے اپنی آنکھوں میں آئی نمی کو ٹشو پیپر سے صاف کیا۔ اس کے لیے اپنے ماضی کو یاد کرنا آسان نہیں رہا تھا۔

"پھر جب وہ خود ماں بننے لگی تو اس کی کوشش یہ تھی کہ وہ کسی نہ کسی طرح مجھے اپنے راستے سے ہٹا دے تاکہ میرے ابو کی جائیداد کے مالک اس کے سگے بچے ہوں۔ جائیداد کے لیے شاید وہ مجھے جان سے بھی مارنے سے گریز نہ کرتی کہ قدرت کو میری حالت پر رحم آ گیا۔ انہی دنوں میری دادی اماں خانیوال سے لاہور آ گئیں۔ انہیں اپنے کچھ میڈیکل ٹیسٹوں کے سلسلے میں کچھ دن ہمارے ہاں ٹھہرنا تھا۔ انہی دو دنوں میں انہیں میری سوتیلی ماں کے سلوک کا اندازہ ہو گیا تھا۔ وہ میری نگرانی کرنے لگیں تو ان پر جو انکشاف ہوا اس نے انہیں ہلا کر رکھ دیا۔ انہوں نے فوراً مجھے اپنے ساتھ لے جانے کا فیصلہ کر لیا۔

"بیٹا میں چاہتی ہوں عمر کو اپنے ساتھ خانیوال لے جاؤں۔ وہاں میں اور تمہارے ابا اکیلے ہوتے ہیں یہ ہمارے لیے رونق بن جائے گا۔" دادی اماں نے ابو سے بہت سمجھداری سے بات کی۔ میری سوتیلی ماں کی گویا مراد بر آئی۔ میرے ابو کچھ ہچکچاہٹ کا شکار تھے لیکن دادی اماں نے اپنی بات منوا کر ہی دم لیا۔ پھر میں اپنی دادی کے ساتھ خانیوال چلا گیا۔

بہت عرصہ جذباتی طور پر ڈسٹرب رہا۔ چھ سال کی عمر میں میں نے کیا کچھ نہیں سہہ لیا تھا۔ دادا دادی نے مل کر میرا رشتوں پر سے ہٹا ہوا اعتبار آہستہ آہستہ بحال کیا۔ آج میں جو کچھ ہوں ان کی وجہ سے ہوں۔ میں تعلیم کی غرض سے لاہور آیا تو یہاں اپنا گھر ہوتے ہوئے بھی میں ہاسٹل میں رہتا تھا۔ کیونکہ سوتیلی ماں اپنے بچوں پر میرا سایہ بھی نہیں پڑنے دینا چاہتی تھی اور ابو تو مجھے دادا دادی کے حوالے کر کے یہ بھی بھول گئے تھے کہ ان کا کوئی بیٹا بھی ہے۔ آج میرے پاس اللہ کا دیا سب کچھ ہے اچھی تعلیم، اچھی ملازمت، پُرخلوص اور خیال رکھنے والی شریک حیات، بیٹی جیسی رحمت اور بیٹے جیسی نعمت سب کچھ ہے میرے پاس لیکن اپنی زندگی کے اس تاریک وقت کو بھلانے کی کوشش بھی کروں تو ناکام ہو جاتا ہوں اور میں اللہ سے ہمیشہ یہ دعا کرتا ہوں اللہ پاک کسی بچے کو بھی اس کی ماں سے محروم نہ کرے۔ کیونکہ ماں مر جائے تو باپ کی شفقت بھی کہیں کھو جاتی ہے۔ کم از کم میرا تجربہ تو یہی کہتا ہے۔" عمر کریم اپنی بات مکمل کر کے خاموش ہوا تو اس کی آنکھوں میں پھر نمی چمک رہی تھی۔

عمر کریم کی روداد سن کر طاہر عجیب سی بے چینی کا شکار ہو گیا تھا۔ اس کے سان و گمان میں بھی نہیں تھا کہ ہر پل مسکرانے والا عمر اتنا زخمی ہو گا۔ طاہر نے بے ساختہ اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر اسے تسلی

دی۔ اتنے میں ویٹر نے آرڈر سرو کر دیا تو وہ کھانے کی طرف متوجہ ہو گئے لیکن ان دونوں میں سے کسی ایک نے بھی کھانے کو انجوائے نہیں کیا تھا دونوں ہی کسی گہری سوچ میں گم تھے۔

☆---☆

نہ چاہتے ہوئے بھی عمر کریم کی باتیں ہر وقت وہم بن کر اس کے ساتھ رہنے لگی تھیں۔ وہ بہت باریک بینی سے زینب کا جائزہ لینے لگا تھا۔ اب اسے اس کی بہت سی باتیں قابل گرفت لگنے لگی تھیں۔ پہلے وہ جن باتوں کو نظر انداز کیا کرتا تھا اب وہ بھی اسے بری طرح کھٹکنے لگی تھیں۔ زینب کی روٹین تھی کہ جیسے ہی طاہر دفتر سے گھر آتا تو وہ ہادی کو اپنے پاس ہی رکھتی تھی۔ جب تک وہ فریش ہو کر چائے نہ پی لے۔ آج بھی اس کے آنے کے بعد وہ ہادی کو کمرے سے باہر لے جانے لگی تو طاہر نے ٹوک دیا۔

"میرے آتے ہی ہادی کو ادھر ادھر کیوں لے جاتی ہو اسے میرے پاس ہی رہنے دیا کرو۔" طاہر کا لہجہ بہت خشک تھا۔ زینب اس کے لہجے پر بری طرح چونکی تھی۔

"آپ آفس سے تھکے ہوئے آتے ہیں یہ آپ کو تنگ کرے گا۔" زینب نے اپنے لہجے کو حتی الامکان نارمل رکھا تھا۔

"میرا بیٹا ہے مجھے تنگ نہیں کرے گا تو کسے کرے گا۔ تمہیں اس سلسلے میں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں اسے میرے پاس چھوڑ جاؤ۔" اس نے بے رخی سے کہا۔

زینب نے ناسمجھی کے عالم میں طاہر کو دیکھا اور ہادی کو بیڈ پر بٹھا کر چلی گئی۔ وہ ہادی کو لے کر اسے پیار کرنے لگا۔

وہ کافی دنوں سے طاہر کا بدلا سا انداز نوٹ کر رہی تھی لیکن سمجھ نہیں پا رہی تھی کہ وہ ایسا کیوں کر رہا ہے۔ رات ہادی دودھ نہ پینے کی ضد کر رہا تھا تو وہ جو اسے بہلا پھسلا کر دودھ پلانے کی کوشش کر رہی تھی۔

"ٹھیک ہے مت پیو صبح میں آپ کو کارٹون بھی نہیں دیکھنے دوں گی۔" جب وہ کسی طور نہ مانا تو زینب نے اسے پیار بھری دھمکی دی۔

"شوری (سوری) ماما۔" ہادی نے جھٹ اس کے گلے میں بانہیں ڈال دیں۔

"چلو پھر دودھ پیو شاباش۔" زینب نے اس کے بازو گلے سے نکالتے ہوئے کہا تو وہ دودھ پینے لگا۔

"تم ہادی کو میرے سامنے اتنا دھمکاتی ہو تو بعد میں کیا کرتی ہو گی۔" طاہر نے یہ ساری کارروائی دیکھ کر تلخی سے کہا۔

"اس بات سے آپ کا کیا مطلب ہے؟" وہ اس کی بات کو سمجھ کر بھی نہ سمجھنا چاہ رہی تھی۔

"مطلب یہ کہ تمہیں کوئی حق نہیں میرے بیٹے کو ڈرا دھمکا کر کوئی کام کرواؤ۔" اس نے غصے سے کہا۔

"طاہر میں نے کب ڈرایا ہے ہادی کو میں تو بس دودھ پلانے کے لیے یہ سب کر رہی تھی۔" وہ روہانسی ہو گئی تھی۔

"بس مجھے زیادہ لیکچر مت دو اور آئندہ میرے بیٹے کو ڈرایا تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔" اس نے دھمکی دی۔

"طاہر! کیا میرا بیٹا میرا بیٹا لگا رکھی ہے ہادی میرا بھی تو بیٹا ہے۔" زینب نے جیسے اس سے زیادہ خود کو یقین دلایا تھا۔ وہ اس پر عجیب سی نظر ڈال کر باہر چلا گیا۔ اگلے کئی روز وہ اس کے لب و لہجے پر کڑھتی رہی۔ اسے بالکل سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ اس کے کس عمل نے اس کو اس سے بدگمان کر دیا ہے۔ وہ اس کے پل پل بدلتے رویے کے بارے میں جتنا سوچ رہی تھی اتنا ہی الجھتی جا رہی تھی۔

BOOKS BANK

☆......☆

زینب کو باغبانی کا بہت شوق تھا شادی سے پہلے وہ اپنے گھر کے چھوٹے سے لان پر بہت محنت کرتی تھی اور اس کی یہ محنت لان کو دیکھ کر نظر آتی تھی۔ یہاں آکر بھی اس نے اجڑے ہوئے لان اور گملوں کو بھرپور توجہ دی تھی اور اب اس کی محنت سے لان اور گملے سرسبز و شاداب تھے۔ اس نے اپنے بالوں کو کیچر میں جکڑ رکھا تھا اور دوپٹہ لیموں کے پودے پر لٹکایا ہوا تھا۔ وہ ہادی کو ساتھ لگائے گملوں کی صفائی کر رہی تھی۔ وہ اس کام کو بڑے شوق سے کرتا تھا اور زینب کو دیکھ کر وہ بھی اپنی طرف سے پودوں کا پورا خیال رکھنے کی کوشش کرتا تھا۔

"ہادی یہ کیا کر رہے ہو چھوڑو یہ گندی مٹی اور فوراً اٹھو یہاں سے۔" طاہر نے ایک دم اسے بازو سے پکڑ کر اٹھایا۔

"نائی (نہیں) بابا میں ماما کے ساتھ کام کروں گا۔" اس نے اپنے آپ کو چھڑاتے ہوئے کہا۔

"چلو زینب تم بھی اٹھو اور یہ فضول کام چھوڑو اور اسے بھی یہاں سے ہٹاؤ تمہیں ذرا خیال نہیں اس طرح مٹی سے کھیل کر یہ بیمار بھی ہو سکتا ہے۔" طاہر نے اسے ڈانٹا۔

"طاہر! ہم ماں بیٹا اکثر یہ کام کرتے ہیں۔ آج آپ کو اتنا غصہ کیوں آرہا ہے؟" اس نے طاہر کے لہجے کی تلخی کو پی کر ہلکا پھلکا انداز اپنایا۔

"تم ایک بات ذہن میں بٹھا لو تم نہ اس کی ماں ہو نہ یہ تمہارا بیٹا ہے سمجھیں؟" وہ یکدم دہاڑا اور پلٹ کر اندر چلا گیا۔

زینب دم بخود سی کھڑی رہ گئی اس کی آنکھیں پانیوں سے بھر گئیں۔ اس نے باقی کام وہیں چھوڑا لیموں کے پودے سے اپنا دوپٹہ کھینچا اور ہادی کو ساتھ لے کر اس کے پیچھے چلی گئی۔ رات کو دیر تک اسے نیند نہیں آئی وہ پوری کوشش کر رہی تھی کہ وہ اس کے بدلے ہوئے رویے کا محرک جان سکے۔ لیکن فی الحال کوئی سرا اس کے ہاتھ نہیں آرہا تھا۔ جو وہ یکدم اجنبی اور سرد مزاج ہو گیا ہے۔ بسیار کرنے پر بھی اسے اپنی کوتاہی کوئی غلطی نظر نہیں آرہی تھی۔ وہ اس گرہ کو سلجھانا چاہتی تھی جو اس کے دل میں پڑ چکی تھی لیکن کیسے یہ سمجھنے سے وہ قاصر تھی۔

چل اب میری سانس ہی ضمانت رکھ لے
شاید اس طرح میں بن جاؤں تیرے اعتبار کے قابل

☆......☆

کچھ دنوں سے زینب کو اپنی طبیعت کچھ ٹھیک نہیں لگ رہی تھی۔ آج سارے کاموں سے فارغ ہو کر وہ ماجدہ بیگم کے ساتھ ڈاکٹر کے پاس چلی گئی۔ ڈاکٹر نے چیک اپ کے بعد اسے یہ خوش خبری سنائی کہ وہ ماں بننے والی ہے۔ وہ تو پہلے ہی ممتا کے جذبے سے سرشار تھی یہ خبر سن کر اسے ایسا لگا گویا اس کے اندر ممتا کے چشمے پھوٹ پڑے ہوں۔ وہ بہت خوش تھی۔ گھر آکر اس نے ہادی کو خوب بھینچ بھینچ کر پیار کیا پھر دو نفل شکرانے کے پڑھ کر اپنے پروردگار کا شکر ادا کیا۔ طاہر کے امی ابو بھی اس خبر سے بہت خوش تھے۔ شام کو وہ دفتر سے آکر فریش ہونے کے بعد امی ابو کے ساتھ چائے پینے لگا تو اس نے دیکھا کہ وہ دونوں ہی آج بہت خوش نظر آرہے ہیں لیکن انہوں نے اسے کچھ نہیں بتایا۔

رات کھانے سے فارغ ہو کر زینب نے کچن سمیٹا۔ امی ابو کو ان کے کمرے میں دودھ دے کر اس نے طاہر ہادی اور اپنے لیے دودھ کے گلاس ٹرے میں رکھے اور کمرے میں چلی آئی۔ طاہر ہادی کو اسٹوری بک سے کہانی سنا رہا تھا۔ اس نے طاہر کو دودھ کا گلاس پکڑایا اور ہادی کا گلاس اپنے

ہاتھ میں پکڑ کر اپنا گلاس ٹرے سمیت میز پر رکھ دیا۔

"ہادی بچے! اپنا دودھ پی لو۔" زینب نے ہادی کو بہت پیار سے مخاطب کیا تھا۔

"چلو بیٹا دودھ پی کر سو جاؤ اسٹوری ختم باقی کل پڑھیں گے۔" طاہر نے کتاب سائیڈ پر رکھتے ہوئے کہا۔ اس نے ہادی کو گود میں لے کر دودھ پلایا اور اسے بیڈ پر اس کی جگہ پر لٹا دیا۔ پھر خود دودھ پی کر ہادی کے پاس لیٹ کر اسے سلانے لگی۔ طاہر کوئی کتاب پڑھ رہا تھا۔

ہادی سو گیا تو وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔

"میرے پاس آپ کے لیے ایک خوش خبری ہے۔" اس نے طاہر کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔

اس نے اسے استفہامیہ انداز سے دیکھا۔ زینب کے چہرے پر خوشی اور شرم کے ملے جلے تاثرات تھے جو اسے اتنا خوبصورت بنا رہے تھے کہ وہ بے خود سا اسے دیکھے گیا۔ عمر کریم کی باتوں کے بعد زینب کے ساتھ اس کے تعلقات میں سرد مہری سی آگئی تھی۔ آج بہت دنوں کے بعد اس نے اسے غور سے دیکھا تھا۔

"میں آج ڈاکٹر کے پاس گئی تھی اللہ نے ...... ہمیں ...... کرم کیا ہے۔" اس نے شرمیلے سے انداز میں جھجکتے ہوئے بات مکمل کی اور سر جھکا لیا۔ وہ اس کی بات کا مفہوم سمجھ کر گہری سوچ میں گم ہو گیا۔ چند لمحوں تک جب دوسری طرف سے رسپانس نہیں آیا تو اس نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

"کیا ہوا طاہر؟ آپ کو خوشی نہیں ہوئی؟" اس نے قدرے پریشان ہو کر پوچھا۔

ہاں! کچھ نہیں مجھے نیند آرہی ہے تم بھی سو جاؤ۔" وہ سپاٹ سے انداز میں کہہ کر لیٹ گیا۔

طاہر کے اس رویے سے زینب کے دل کو دھچکا سا لگا تھا وہ چپ چاپ اپنی جگہ پر لیٹ گئی۔ اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ دوسری طرف کروٹ لیے طاہر یہ سوچ رہا تھا اب اسے پہلے سے بھی زیادہ ہادی کا خیال رکھنا ہوگا۔

☆......☆

کبھی حیات کی ضامن کبھی وسیلہ موت
نگاہ یار تیرا بھی کوئی اعتبار نہیں

ابھی زینب طاہر کے اس عجیب و غریب رویے کے بارے میں اپنی ساس سسر سے بات کرنے کے بارے میں سوچ ہی رہی تھی کہ یہ حادثہ پیش آگیا۔ اس کی ٹانگوں سے گویا جان نکل گئی تھی۔ وہ بے دم ہو کر وہیں سیڑھیوں پر بیٹھ کر رونے لگی۔ یہ آنسو ہادی کی تکلیف پر بھی بہہ رہے تھے اور اپنے اوپر لگنے والے الزام پر بھی۔ اس نے ہادی کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سونپی گئی ذمے داری سمجھ کر اپنایا تھا اور اس کی ماں بننے کی پوری کوشش کی تھی۔ وہ شاید یہ نہیں جانتی تھی کہ ماں کے ساتھ لگنے والے لفظ "سوتیلی" اس کی ساری چاشنی ختم کر دیتا ہے۔ اس کے دل و دماغ نے کام کرنا چھوڑ دیا تھا نہ جانے وہ وہاں کتنی دیر بیٹھی رہی۔ طاہر ہادی کو اسپتال سے لے کر گھر آیا تو وہ وہیں بیٹھی تھی۔ ہادی سو چکا تھا وہ اس کے پاس سے گزر کر کمرے میں چلا گیا۔ اس نے ہادی کو بیڈ پر لٹایا اور خود بھی اس کے ساتھ لیٹ گیا۔

وہ بدقت تمام وہاں سے اٹھی اور لاؤنج میں آکر صوفے پر بیٹھ گئی۔ وہ ایسے بیٹھی تھی جیسے اس کی ساری زندگی کی پونجی لٹ گئی ہو۔ اس کی طبیعت پہلے ہی ٹھیک نہیں تھی اب اس کا بی پی بہت لو تھا۔ اتنے میں ہادی کے رونے کی آواز آئی۔ وہ جاگ گیا تھا اور طاہر اسے چپ کرانے کی کوشش کر رہا تھا۔ کچھ دیر اس کے رونے کی آواز سنتی رہی پھر جب اس سے برداشت نہ ہوا تو وہ اٹھی اور لڑکھڑاتے ہوئے کمرے میں چلی گئی۔ اس نے بیڈ پر بیٹھ کر ہادی کو گلے سے لگایا اور خود بھی رونے لگی۔

BOOKS BANK
http://booksbankpk.blogspot.com

ہادی اس کے رونے پر سہم کر خاموش ہو گیا۔

"میرے بچے کو کیسے چوٹ لگ گئی؟ میں صدقے جاؤں میرا چاند کیسے گر گیا؟ ماما گندی ہیں ہادی کا خیال نہیں رکھتیں۔" اس نے ہادی کو چوم کر اپنے آنسو پونچھتے ہوئے کہا۔

"نائیں ماما آپ اچھی ہو میری بال گر گئی تھی میں اسے پکڑنے لگا تو گر گیا۔" ہادی نے بھاری آواز میں کہا۔

طاہر اب اپنی جلد بازی پر پشیمان ہو رہا تھا کیونکہ ڈاکٹر کے پوچھنے پر بھی ہادی نے یہی بیان دیا تھا۔

"ہادی کو اس وقت کونسی میڈیسن دینی ہے؟" وہ بیڈ کے سرہانے پر دوائیوں کے شاپر کو دیکھتے ہوئے پوچھنے لگی۔ اس نے خاموشی سے دوائی کی ایک بوتل نکال کر زینب کو پکڑا دی۔ اس کی اتنی جلی کٹی اور الزام تراشیوں کے باوجود وہ اس کے بیٹے کے رونے کی آواز سن کر کمرے میں آئی تھی بلکہ اب نہ چاہتے ہوئے بھی اس سے صرف اس لیے مخاطب تھی کہ ہادی کی دوائیوں کے بارے میں جان سکے۔ زینب کی اس اعلیٰ ظرفی پر طاہر کے ضمیر نے اسے ملامت کرنا شروع کر دیا تھا۔

زینب ہادی کو کمرے سے باہر لے گئی۔ اس نے اسے دودھ پلا کر دوائی پلائی اور اسے لے کر لاؤنج میں آ گئی۔ ہادی اب بہتر محسوس کر رہا تھا وہ اپنے کھلونوں سے کھیلنے لگا۔ وہ غائب دماغی سے اسے دیکھ رہی تھی۔ شام رات میں بدل رہی تھی لیکن اس کو نہ خود کچھ کھانے کا ہوش تھا اور نہ ہی اس نے طاہر اور اسلم صاحب سے کھانے کے بارے میں پوچھا تھا۔ سالن تو وہ دوپہر میں بنا چکی تھی۔ طاہر کو بھوک لگی تو وہ اٹھ کر باہر آیا اس کی نظر زینب پر پڑی۔ چند گھنٹوں میں اس کا چہرہ بالکل زرد ہو گیا تھا اور اب بھی وہ ہادی کو دیکھ رہی تھی جبکہ اس کی آنکھوں سے مسلسل آنسو بہہ رہے تھے۔ وہ خاموشی سے باہر نکل گیا۔ وہ باہر سے روٹیاں لایا۔ سالن گرم کر کے ابو کا کھانا لے کر ان کے کمرے میں گیا تو انہوں نے اس کی طرف دیکھے بغیر کھانے سے انکار کر دیا۔ وہ خاموشی سے باہر آ گیا۔

اس نے اپنا اور زینب کا کھانا ٹرے میں رکھا اور اس کے پاس بیٹھ گیا۔ شاید اس طرح وہ اپنے الفاظ کی سنگینی کو کم کرنا چاہ رہا تھا۔ اس کا ضمیر اسے بے چین کر رہا تھا۔ وہ عمر کریم کی باتوں کے زیر اثر اس پر شک کر رہا تھا لیکن اب اندر سے بہت پریشان تھا جیسے کہیں کچھ بہت غلط ہو گیا ہو۔

"زینب کھانا کھا لو۔" اس نے اس کا کندھا ہلا کر کہا تو وہ ایک دم چونکی۔

"ہاں!" پھر اس نے غائب دماغی سے اس کی طرف دیکھا۔ "کھانا کھا لو" اس نے اپنی بات دہرائی تو وہ گھٹنوں میں سر رکھ کر پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ اس کے رونے کی آواز سن کر ہادی فوراً اس کے پاس آیا اور اس کے گلے میں بانہیں ڈال دیں۔

"ماما! آپ کوں (کیوں) رو رہی ہو۔ بابا گندے ہیں ڈانٹتے ہیں۔" ہادی نے روہانسے ہو کر باپ کی طرف دیکھا تو وہ مزید شرمندہ ہو گیا لیکن تیر تو کمان سے نکل چکا تھا۔ وہ سوچنے لگا کہ اگر اس کا سلوک ہادی کے ساتھ اچھا نہ ہوتا تو وہ اس کے رونے پر یوں بے چین نہ ہوتا۔ زینب نے ہادی کو گود میں بھر لیا تھا اور وہ مارے شرمندگی کے نظر نہیں اٹھا سکا۔

چار گھنٹے بعد زینب نے ہادی کو سلائس کھلا کر دوبارہ دوائی پلائی اور سونے کے لیے لٹا دیا۔ وہ اس کی افسردگی کو شدت سے نوٹ کر رہا تھا اور اپنی طرف سے تلافی کی پوری کوشش کر رہا تھا۔ اب بھی وہ اس کا منہ چومنے لگا تھا۔ ہادی کے ہر لاڈ پر اس

کی آنکھوں کی نمی مزید پھیل رہی تھی۔ وہ یہ سب دیکھ رہا تھا لیکن وہ خود میں کچھ بھی کہنے کی ہمت نہیں پا رہا تھا۔ زینب بھی ہادی کے ساتھ لیٹ گئی۔ اگلی صبح فجر کی اذان کے ساتھ ہی اس کی آنکھ کھل گئی۔ اس کا سر درد سے پھٹا جا رہا تھا۔ وہ بڑی مشکل سے اٹھی اور وضو کر کے جائے نماز پر کھڑی ہو گئی۔ نماز پڑھنے کے بعد اس نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے تو اس کی آنکھیں بھر آئیں۔ کافی دیر وہ ہاتھ اٹھائے خالی ذہن لیے صرف روتی رہی۔

"یا اللہ! تو میری نیت جانتا ہے۔ پروردگار! میں کسی کا برا نہیں چاہتی۔ ہادی کا تو بالکل بھی نہیں یہ بچہ مجھے بہت پیارا ہو گیا ہے۔ میرے مولا! مجھے اتنی ہمت عطا کر کہ اتنا کچھ ہونے کے بعد بھی ہادی کے لیے میرے پیار میں کوئی کمی کوئی کھوٹ نہ آئے۔ یا اللہ! مجھ گناہ گار پر رحم فرما میرے مولا۔" دعا مانگنے کے بعد اس نے چہرے پر ہاتھ پھیرے اور اپنے دوپٹے کو کھول کر اپنے آنسو صاف کیے۔ بستر میں لیٹے ہوئے بظاہر سوئے ہوئے طاہر نے اس کی یہ دعا حرف بہ حرف سنی تھی اور سوچا تھا کہ اپنے اللہ سے بھی کوئی جھوٹ بول سکتا ہے؟ کیا زینب اس کے بچے کے ساتھ کچھ برا کر سکتی ہے؟ اس کے اندر سے آنے والا جواب نفی میں تھا۔ وہ ہولے سے بیڈ کے قریب آئی اور آیۃ الکرسی پڑھ کر ہادی پر پھونکی اور کمرے سے باہر نکل گئی۔

☆......☆

ناشتے کی میز پر طاہر اور ابو دونوں ہی موجود تھے۔ زینب نے معمول کے مطابق دونوں کو ناشتہ بنا کر دیا۔ اس کی دونوں آنکھیں سوجی ہوئی تھیں اور وہ بہت بجھی بجھی ہوئی لگ رہی تھی۔ روز والی تازگی اور مسکراہٹ اس کے چہرے سے مفقود تھی۔ طاہر آفس چلا گیا اور اسلم صاحب اپنے کمرے میں۔ آج پہلی بار اس نے دونوں سے بات نہیں کی۔

اسے اس بات کا بھی دکھ تھا کہ ابو خاموش تماشائی کیوں بنے کھڑے رہے۔ انہیں اس کے حق میں بولنا چاہیے تھا۔ آخر وہ سارا دن گھر میں ہوتے تھے اور جانتے تھے کہ ہادی کے ساتھ وہ کس طرح پیش آتی ہے۔ وہ ابھی ہادی کو ناشتہ کرا رہی تھی جب داخلی دروازے کی گھنٹی بجی۔ اس کے اٹھنے سے پہلے ہی اسلم صاحب دروازہ کھول چکے تھے۔ ان کے ساتھ ہاجرہ بیگم تھیں وہ حیران ہوئی کیونکہ وہ صبح اپنی بہن کے گھر گئی تھیں انہیں وہاں دو دن رکنا تھا۔ ہاجرہ بیگم زینب کی سامنے والی کرسی پر آ بیٹھیں اور اس کے ستے ہوئے چہرے کو بغور دیکھنے لگیں۔ وہ نظریں چرا کر ہادی کو ناشتہ کرانے لگی۔ اسلم صاحب بھی وہیں آ گئے۔

"زینب بیٹا! میں جانتا ہوں تم مجھ سے ناراض ہو۔ بیٹا! مجھ سے بدگمان نہ ہونا۔ میں نے بھی غلط کا ساتھ نہیں دیا لیکن میرا طریقہ کار ذرا مختلف ہے۔ اس کا ثبوت آج ہی تمہیں مل جائے گا۔" انہوں نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور پلٹ کر اپنے کمرے میں چلے گئے۔

اس ہمدردی پر زینب کے پھر آنسو آ گئے۔ ہادی اس کی طرف بہت غور سے دیکھ رہا تھا۔

"ڈاڈو! (دادو) بابا نے ماما کو بوت (بہت) ڈانا (ڈانٹا)۔" اس نے دادی سے شکایت کی۔ ہاجرہ بیگم نے سر ہلایا۔

"میں سب جانتی ہوں آج آ لینے دو طاہر کو اس کی خوب خبر لیتی ہوں۔" پھر وہ اس کی طرف متوجہ ہوئیں۔

"تم اپنے آپ کو تنہا مت سمجھنا۔ میں اور طاہر کے ابو تمہارے ساتھ ہیں تم ان سے بدگمان ہوئی ہو ان کی شروع سے عادت ہے کہ بچوں کی کسی بھی غلطی پر انہیں سرزنش اس وقت تک نہیں کرتے جب تک مجھ سے بات نہ کر لیں۔ پھر میری موجودگی میں

انہیں سرزنش کرتے ہیں تاکہ انہیں یہ احساس ہو کہ انہوں نے واقعی کوئی غلطی کی ہے اور ماں باپ دونوں ہی ان کی غلطی سے نالاں ہیں۔ ہم دونوں کی اس حکمت عملی سے یہ فائدہ ہوا کہ ایک دفعہ کے بعد بچے دوبارہ بھی وہ غلطی نہیں کرتے۔ عموماً باپ بچوں کو کچھ کہتا ہے تو ماں بچوں کا ساتھ دیتی ہے اور ماں کچھ کہتی ہے تو باپ ان کا ساتھ دیتے ہیں جس سے بچوں کو شہ مل جاتی ہے اس لیے ہم لوگوں نے کبھی ایسے نہیں کیا تم اطمینان رکھو۔'' انہوں نے تسلی دی۔

اس کی حالت دیکھ کر وہ پریشان ہو گئی تھیں۔ ایک ہی رات میں وہ سرسوں کا پھول بن گئی تھی۔

''تم پریشان نہ ہو جاؤ شاباش تیل لے کر آؤ میں تمہارے سر میں مالش کر دیتی ہوں تمہیں اس سے کافی سکون ملے گا اس کے بعد تم نہا کر فریش ہو جاؤ۔'' انہوں نے اس کی توجہ بٹانی چاہی۔

''امی! طاہر کی اس بات نے مجھے اندر سے کاٹ کر رکھ دیا ہے۔ خدا گواہ ہے اگر کبھی میں نے ہادی کو کوئی تکلیف پہنچانے کو سوچا بھی ہو۔'' اس نے بھرائی ہوئی آواز میں اپنی صفائی دینی چاہی۔

''زینب تمہیں صفائی دینے کی کوئی ضرورت نہیں۔ میں سارا دن گھر پر ہی ہوتی ہوں۔ رہی بات طاہر کی وہ آئندہ کبھی ایسی بات نہیں کرے گا جس سے تمہیں تکلیف ہو۔'' ہاجرہ بیگم نے یقین دہانی کروائی تھی۔

☆......☆

آفس سے آ کر بھی اس کا دل بہت بے چین تھا۔ زینب کا رویا ہوا چہرہ رہ رہ کر اس کے سامنے آ رہا تھا۔ اب اسے اپنی جلد بازی اور شدید ردعمل پر غصہ آ رہا تھا۔ لاکھ اس نے کام میں اپنا دھیان بٹانے کی کوشش کی مگر بے سود۔ اس پر جھنجھلاہٹ طاری ہونے لگی۔ صبح سے دوبارہ اپنے آفس بوائے کو بلاوجہ ڈانٹ چکا تھا۔ اس کا دل کسی کام میں نہیں لگ رہا تھا۔ اسے جب کسی طور چین نہ آیا تو آفس سے جلدی اٹھ گیا۔ وہ جب گھر پہنچا تو امی ابو ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھے دوپہر کا کھانا کھا رہے تھے۔ زینب ہادی کو لیے کارپٹ پر بیٹھی تھی۔ اس نے کارپٹ پر اخبار بچھا رکھا تھا جس کے اوپر کھانے کی چیزیں رکھی ہوئی تھیں۔ وہ ہادی کو اپنے ہاتھ سے کھانا کھانا سکھا رہی تھی اور وہ خوشی خوشی اس کی ہدایات پر عمل کر رہا تھا۔ اس نے سب کو مشترکہ سلام کیا اور ڈائننگ ٹیبل کی ایک کرسی گھسیٹ کر وہیں بیٹھ گیا۔ اس کی آواز سن کر ہادی فوراً اٹھا اور باپ کی گود میں چڑھ گیا۔ اس نے اپنا کھانا ختم کیا اخبار اور برتن اٹھا کر کچن میں رکھے۔

''آپ کھانا کھائیں گے؟'' اس نے طاہر کی طرف دیکھے بغیر خشک لہجے میں پوچھا تھا۔

''نہیں بس ایک کپ چائے دے دو۔'' طاہر نے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔

اس وقت صبح کے مقابلے میں کافی بہتر لگ رہی تھی لیکن اس کا چہرہ ابھی تک ستا ہوا تھا اس نے چائے کا کپ لا کر خاموشی سے اس کے سامنے رکھ دیا اور ٹیبل سے برتن اٹھانے لگی۔ اس کام سے فارغ ہونے کے بعد وہ آرام سے صوفے پر بیٹھ گئی۔ حالانکہ آج سے پہلے جب تک طاہر فریش ہونے کے بعد چائے نہ پی لیتا وہ ہادی کو ادھر ادھر بہلائے رکھتی تھی لیکن آج وہ اطمینان سے بیٹھ گئی تھی۔ ہادی ابھی تک طاہر کی گود میں تھا۔ اسے ہادی کو گود میں بٹھا کر چائے پینے میں مشکل ہو رہی تھی۔

''جاؤ ہادی ماما پاس۔'' اس نے ہادی کو اپنی گود سے اتارا۔

وہ زینب کے پاس آ گیا۔ وہ اسے انگلی سے لگا کر باہر نکل گئی۔ وہ امی ابو کے کمرے میں چلا

آیا۔ ابو نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

''برخوردار! تم نے جو کل حرکت کی ہے اس سے ہمارے سر شرم سے جھک گئے ہیں۔ کل زندگی میں پہلی بار میرا دل چاہا کہ میں تمہارے منہ پر تھپڑ دے ماروں لیکن یہ میرے اصولوں کے خلاف تھا۔ اس لیے میں نے فون کر کے تمہاری ماں کو بھی بلا لیا تھا تاکہ تم سے اس حرکت کی وجہ جان سکیں۔ تمہیں اندازہ ہے کہ تمہاری اس حرکت کی وجہ سے زینب کتنا ہرٹ ہوئی ہے۔ بلکہ وہ تو مجھ سے بھی بدگمان ہو گئی ہے۔'' اسلم صاحب نے سخت لہجے میں اسے لتاڑا تھا۔ طاہر خاموش رہا اس کے پاس اس بات کا کوئی جواب نہیں تھا۔

''تمہارا یہ واویلا میری سمجھ میں نہیں آیا۔ تم تو آفس چلے جاتے ہو۔ ہم دونوں دیکھتے ہیں کیسے وہ سگی ماں سے بڑھ کر ہادی کے لاڈ اٹھاتی ہے اور نہ صرف لاڈ اٹھاتی ہے بلکہ اس کی تربیت پر بھی پورا دھیان دیتی ہے۔ کیا تمہیں نظر نہیں آتا تمہارے بچے کتنا صحت مند اور کتنا خوبصورت ہو گیا ہے اور یہ سب اس کی محنت ہے۔ یہ سب چیزیں تو تمہیں نظر نہیں آئیں اسے ذرا سی چوٹ لگ گئی تو اس کا سوجا پن تمہیں نظر آ گیا اور تم نے بغیر سوچے سمجھے اس پر الزام لگا دیا۔ ارے سگی ماؤں سے بھی تو بچوں کو چوٹ لگ جاتی ہے۔ تو اس کا کیا مطلب ہے ان کو اپنے بچوں سے محبت نہیں ہوتی۔ تمہیں معلوم ہے کہ ہادی نے مجھ سے تمہاری شکایت کی ہے کہ تم نے زینب کو ڈانٹا ہے۔ وہ بچہ ہو کر زینب کے خلوص اور محبت کو سمجھ گیا اسے اپنی تکلیف کے باوجود تمہارا زینب کو ڈانٹنا یاد رہا ہے۔ طاہر! میں تو تمہاری ناشکری پر حیران ہوں اس نے جس طرح بڑا ظرف کر کے ہادی کو اپنایا ہے اور لوگوں کے منہ بند کروائے ہیں تمہیں تو اس کا شکر گزار ہونا چاہیے لیکن تم تو الٹا اس پر شک کر رہے ہو۔ ارے تمہیں تو اللہ کے حضور سجدہ ریز ہونا چاہیے اس نے تمہیں اتنی سمجھدار محبت کرنے والی اور باوفا بیوی عطا کی ہے۔ لیکن تم کیوں شکر ادا کرو گے ہاں اگر تمہیں واقعی ایسی بیوی ملتی جو ہادی سے سوتیلوں والا سلوک کرتی تو تم اللہ سے شکوہ کرنا بھی نہ بھولتے۔'' ہاجرہ بیگم نے کافی طویل لیکچر دیا تھا۔

طاہر کا ضمیر پہلے ہی اسے چین لینے نہیں دے رہا تھا اور اب امی ابو کی باتیں اسے کوڑوں کی طرح لگ رہی تھیں۔ وہ خاموشی سے ان کے کمرے سے نکل گیا۔

☆......☆

کئی دن گزر گئے لیکن وہ اب بھی جیسے طاہر کے لگائے گئے الزامات کی وجہ سے شاک میں تھی۔ اسے یہ بات چین ہی نہیں لینے دے رہی تھی کہ اس کی نیت پر شک کیا گیا ہے۔ یہ بات اسے پل پل مارتی تھی کہ اس کی اتنی احتیاط کے باوجود اس پر سوتیلی کا لیبل لگ گیا۔ یہ ساری باتیں اس کی صحت پر بری طرح اثر انداز ہو رہی تھیں لیکن وہ جیسے ہر بات سے بے نیاز ہو گئی تھی۔ اسی روز اسد بھائی اور بھابھی ماہین کو لے چلے آئے۔ زینب سے ہادی خوش تھا۔

''ماہی آؤ میں آپ کو کھلونے دکھاؤں۔'' اس نے سب کو نظر انداز کر کے ماہین کا ہاتھ پکڑا۔ وہ ماہین کو ماہی کہتا تھا۔

''ارے شہزادے ہم بھی یہاں موجود ہیں۔'' اسد بھائی نے آواز دی تو ''ابھی آیا ماموں۔'' ماہین کا ہاتھ تھامے ڈرائنگ روم سے باہر نکل گیا۔ سب اس کے اس انداز پر ہنس پڑے تھے۔

زینب ان کی تواضع کے لیے کچن میں آئی تو بھابھی اور ہاجرہ بیگم بھی اٹھ کر لاؤنج میں آ گئی تھیں۔ وہ سب کو چائے سرو کر کے اپنا کپ اٹھائے لاؤنج میں ہی آ گئی۔

BOOKS BANK
http://booksbankpk.blogspot.com/

"زینب کیا بات ہے بہت کمزور لگ رہی ہو اپنا خیال رکھا کرو اس حالت میں بہت احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے۔" بھابھی نے پیار سے سرزنش کی تو وہ ہنسنے لگی۔

"آنٹی! آپ اسے ڈانٹا کریں یہ بہت لاپرواہی کر رہی ہے۔" بھابھی نے ہاجرہ بیگم سے کہا۔ اب وہ اسے کیا بتاتی کہ وہ کیوں کمزور ہوئی ہے۔ وہ اس کی ممنون تھی کہ اس نے اپنے گھر والوں کو طاہر کے رویے سے بے خبر رکھا تھا۔

"زینب بیٹا! جو کچھ ہوا اسے بھولنے کی کوشش کرو میرا بیٹا۔ تم تو بہت ظرف والی ہو۔ میں یہ نہیں کہتی کہ تم طاہر کو معاف کر دو لیکن یہ ضرور کہوں گی اپنی صحت پر دھیان دو تم پر اب ایک اور جان کی ذمے داری بھی ہے۔" اسد بھائی اور ثناء بھابھی کے جانے کے بعد ہاجرہ بیگم نے زینب کو سمجھایا تھا۔ اس نے اثبات میں سر ہلا کر ان کی تسلی کروائی تھی۔

☆......☆

آتی سردیوں کے اداس دن تھے۔ ایک تو ویسے ہی ہر چیز پر اداسی چھائی ہوئی تھی۔ دوسرے ہادی کو چوٹ لگ جانے والے واقعے سے مزید یوریت پھیلی ہوئی تھی۔ زینب نے طاہر سے بات کرنا تو نہیں چھوڑی تھی۔ وہ کسی اشد ضرورت کے تحت اسے مخاطب کرتی تھی اور اس کی پوچھی گئی باتوں کا جواب بھی دیتی تھی لیکن وہ بات کرتے ہوئے نہ تو اس کی طرف دیکھتی تھی اور نہ ہی اس کے چہرے پر کوئی تاثر ہوتا تھا۔ عجیب سا سپاٹ انداز ہو گیا تھا اس کا۔ حالانکہ پہلے وہ بہت خوش، مطمئن اور فریش دکھائی دیتی تھی۔ اب اس کی آنکھوں میں اداسیوں نے ڈیرے ڈال لیے تھے اس نے اپنے لباس بناؤ سنگھار کرنے کی طرف دھیان دینا بھی تقریباً چھوڑ دیا تھا۔ البتہ ہادی سے اس کے پیار میں کوئی کمی نہیں آئی تھی۔ وہ اس کی طرف سے ذرا غافل نہیں ہوئی تھی۔

اس کے باوجود ہادی کے حوالے سے اس میں ایک ایسی تبدیلی آ چکی تھی جسے کسی نے محسوس کیا ہو یا نہ کیا ہو لیکن طاہر نے پوری شدت سے محسوس کیا تھا۔ وہ جب تک گھر میں موجود رہتا تھا زینب کی یہ کوشش ہوتی تھی کہ ہادی باپ کے قریب رہے۔ وہ ہادی کو اس کے پاس چھوڑ کر کسی کام کے بہانے منظر سے ہٹ جاتی تھی۔ اگر وہ بھی ضد کرتا تو وہ خود بھی اس کے ساتھ وہیں بیٹھ جاتی اور اسے کسی کام یا کھیل میں مصروف کر کے ادھر ہی چھوڑ جاتی۔ اب بھی وہ اسے طاہر کے پاس چھوڑنے آئی تھی لیکن وہ یہاں بیٹھنا نہیں چاہ رہا تھا۔

"ماما! اٹھاؤ مجھے میں آپ کے ساتھ جاؤں گا۔" ہادی نے ضد کی۔

"بیٹا ایسے نہیں کرتے نا بری بات ہوتی ہے آپ بابا کے پاس بیٹھو میں ابھی آتی ہوں۔" اس نے اسے پچکارا۔

اس دوران اس نے طاہر کو یوں نظر انداز کیا جیسے وہ وہاں موجود ہی نہ ہو۔ اس نے زینب کو ایک نظر دیکھا۔ وہ ملگجے کپڑوں میں ملبوس تھی۔ چہرے کے اردگرد بالوں کی بے ترتیب لٹیں بکھری ہوئی تھیں اور اس کا گلابی رنگ قدرے زردی مائل ہو رہا تھا۔ اس کی مردانہ انا اسے زینب سے براہ راست معافی مانگنے سے روک رہی تھی۔ وہ یہ چاہتا تھا کہ وہ سب کچھ بھلا کر پھر پہلے جیسی ہو جائے۔ اس کی خاموشی اس کے احساس جرم کو اور بڑھا رہی تھی۔

"زینب یہ سب کیوں کر رہی ہو؟ ہادی تمہارے ساتھ جانا چاہتا ہے تو لے جاؤ اسے۔" اس نے اس کے رویے کے محرک سے قصداً چشم پوشی کی۔ اس

کی اس بات سے زینب کے چہرے پر غصے کے آثار نمودار ہوئے۔

''آپ کو نہیں پتہ میں یہ سب کیوں کر رہی ہوں؟'' اس نے طنز کیا۔

''تم ماں ہو اس کی۔'' طاہر نے اس کی بات کو نظر انداز کر کے صلح جو انداز اپنایا۔ اس کے تو گویا تلووں سے لگی سر پر بجھی۔

''ماں کے ساتھ سوتیلی بھی لگا ہے سوتیلی ماں ہوں میں ہادی کی۔ یہ صرف آپ کا بیٹا ہے۔ میں پاگل تھی جو خود کو اس کی ماں سمجھ رہی تھی۔ میں نہیں جانتی تھی کہ آپ جیسے لوگ ماں جیسے رشتے کو بھی سگے اور سوتیلے رشتوں پر جانچتے ہو۔ مجھے تو کبھی یہ احساس نہیں ہوا کہ میں اس کی سوتیلی ماں ہوں لیکن آپ تو شاید روز اول سے یہ خدشہ دل میں بنائے بیٹھے تھے۔ اسی لیے آپ نے میرے اندر سوتیلی ماں کو تلاش کرنا شروع کر دیا۔ آپ اس حقیقت کو تسلیم ہی نہیں کرنا چاہتے تھے کہ کوئی عورت کسی بن ماں کے بچے کو ماں بن کر پال سکتی ہے۔ اسی لیے میں نے فیصلہ کیا تھا کہ اب ہادی کو اپنے سے زیادہ قریب نہیں آنے دوں گی۔ پر میں کیا کروں؟ جب وہ مجھے ماما کہہ کر پکارتا ہے تو میں پھر سے اس کی ماں بن جاتی ہوں۔'' زینب کے چہرے پر بے بسی کے تاثرات بہت واضح تھے۔

''لیکن اب میں یہ کوشش ضرور کرتی ہوں کہ جب آپ موجود ہوں تو یہ زیادہ سے زیادہ وقت آپ کے سامنے رہے تاکہ اگر اب دوبارہ ایسی کوئی بات ہو تو اس کا الزام اس کی ''سوتیلی ماں'' پر نہ لگے۔'' اس نے سوتیلی پر زور دے کر کہا۔

آج کئی روز کا غبار نکلا تھا۔ طاہر کے پاس خاموشی کے علاوہ کوئی چارہ نہیں تھا۔ اس کی اونچی آواز اور غصیلے انداز نے ہادی کو سہا دیا تھا۔ اس نے بھلا کب اس کا یہ انداز دیکھا تھا وہ تو اس کی محبت اور لاڈ کا عادی تھا۔ وہ اس کی طرف بازو اٹھائے سسکنے لگا۔ اس کی آواز سن کر اس نے لمحوں میں خود پر قابو پایا اور ساتھ لیے کمرے سے باہر چلی گئی۔

☆......☆

وہ اپنی کسی ڈاکومنٹ کی تلاش میں کتابوں والی الماری کھولے کھڑا تھا۔ جب اچانک اس کی نظر اپنی اور فاخرہ کی شادی کی تصویروں والے البم پر پڑی۔ اس نے بے ساختہ وہ البم اٹھایا اور کرسی پر بیٹھ کر وہ البم دیکھنے لگا۔ ہر تصویر اس پر ماضی کی کئی یادوں کے دریچے کھول رہی تھی۔ اسے فاخرہ بے طرح یاد آئی وہ ارد گرد سے بے نیاز سا بیٹھا تصویریں دیکھتا رہا۔

''بابا! کا (کیا) کر رہے ہو آپ؟'' ہادی کی آواز پر وہ ٹھنڈی سانس بھر کر حال میں واپس لوٹا تھا۔ اس نے اس کی بات کا جواب دینے کے بجائے اسے اٹھا کر اپنی گود میں بٹھا لیا۔

''بابا یہ (یہ) فاخرہ ماما کی شوپر (تصویر) ہے نا؟'' ہادی نے کھلے ہوئے البم سے جھانکتی ہوئی ایک تصویر پر انگلی رکھ کر کہا۔

طاہر ہادی کے منہ سے فاخرہ کا نام سن کر ٹھٹک ہو گیا۔ اس کے جواب نہ دینے پر اس نے اپنی بات دہرائی تو طاہر نے ''ہوں'' کہہ کر اثبات میں سر ہلا دیا۔

''بیٹا! آپ کو کیسے پتہ یہ فاخرہ ماما ہیں؟'' اس نے ہادی کا رخ اپنی طرف کیا۔

''ماما نے بتایا تھا جے (یہ) ماما اللہ میاں پاس چلی گئی ہیں تب جے (یہ) ماما میرے پاس آ گئی۔'' ہادی نے کمرے میں داخل ہوتی زینب کی طرف اشارہ کیا۔

زینب نے ہادی کے جملے کے صرف آخری لفظ سنے تھے لیکن طاہر کے سامنے کھلے البم کو دیکھ کر سمجھ گئی کہ دونوں ماں بیٹے میں کیا بات ہو رہی ہے وہ اکثر ہادی کو اس البم سے سب کی خاص طور پر فاخرہ کی تصویر ضرور دکھاتی تھی۔

''چلو ہادی! ہاتھ لینا ہے۔'' اس نے ہادی کا ہاتھ پکڑا۔ وہ خود بھی نہا کر آئی تھی اس کے گیلے بال شانوں پر بکھرے ہوئے تھے۔ اور اس نے بالوں کے نیچے کندھوں پر تولیہ پھیلایا ہوا تھا۔

''اس بات پر کسی غلط فہمی کا شکار نہیں ہوئیے گا۔ ہادی کو یہ سب بتانا بہت ضروری ہے کیونکہ میں نہیں چاہتی کہ جب یہ بڑا ہو تو اس کے کانوں میں سوتیلے بیٹے یا سوتیلی ماں کا زہر انڈیلا جائے۔ اس لیے بہتر ہے کہ اسے شروع سے ساری حقیقت معلوم ہو تاکہ وہ لوگوں کو بتا سکے کہ فاخرہ بھی اس کی ماں تھی اور میں بھی اس کی ماں ہوں۔'' اس نے وضاحت دی۔

طاہر سوچنے لگا کہ وہ جو ہادی کے حوالے سے اتنی حساس ہے کیا وہ کبھی اس پر کوئی ظلم کر سکتی ہے؟ اس کے دل نے ہمیشہ کی طرح ''نہیں'' میں جواب دیا تھا۔

☆......☆

ہادی کو چوٹ لگے دو ماہ سے زیادہ کا عرصہ گزر گیا تھا۔ وہ اب بالکل ٹھیک ٹھاک تھا لیکن زینب ابھی بھی وہیں پر کھڑی تھی۔ طاہر اپنی طرف سے تلافی کی پوری کوشش کر رہا تھا۔ لیکن اس کے باوجود اس کے الفاظ نے زینب کے دل پر جو زخم لگایا تھا وہ ابھی بھی رستا تھا۔ شدید ٹھنڈ تھی۔ وہ بری طرح نزلے زکام کی لپیٹ میں آ چکی تھی۔ وہ صبح سے چھینک چھینک کر بے حال ہو گئی تھی۔ تھوڑی دیر پہلے ہاجرہ بیگم اسے جوشاندہ پلا گئی تھیں۔ کچھ دیر آرام کرنے کے بغیر دوبارہ سے چھینکوں کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ وہ کمبل میں لپٹی ہوئی تھی۔ ہادی طاہر کے پاس تھا۔ دوپہر کے وقت وہ ہادی کو لے کر کمرے میں آیا تو وہ چھینک رہی تھی۔

''اٹھو زینب! ڈاکٹر کے پاس چلتے ہیں۔ وہ صبح سے اس کی حالت دیکھ رہا تھا اس سے رہا نہ گیا۔

''نہیں میں ٹھیک ہوں۔'' اس نے سوں سوں کرتے ہوئے انکار کیا۔

ہادی بیڈ پر چڑھ کر اس کے پاس بیٹھ چکا تھا۔ طاہر بھی بیڈ کے کنارے پر بیٹھ چکا تھا۔

دیکھو مانا کہ تم مجھ سے ناراض ہو لیکن اپنی صحت سے دشمنی نہ کرو۔'' اس نے جیسے منت کی تھی وہ خاموش رہی۔

''زینب! میں اپنی سوچ پر شرمندہ ہوں میں نے تمہارا دل دکھایا ہے لیکن میں کیا کرتا میں ان دنوں عمر کریم کی باتوں کے زیر اثر تھا۔ عمر کریم میرا دوست ہے۔ وہ سوتیلی ماں کے ظلم کا شکار ہوا تھا۔ نہ جانے اس کی باتیں کیوں میرے اندر وہم بن کر بیٹھ گئی تھیں۔ اس نے کہا تھا 98 فی صد سوتیلی مائیں ظالم ہوتی ہیں تو میں نے ان 98 فی صد میں کھڑا کر کے تمہارے ظلم تلاش کرنے شروع کر دیے۔ لیکن تم نے اپنے عمل سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ تم ان عورتوں میں سے ہو جو صرف ''ماں'' ہوتی ہیں۔ میں اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں۔'' اس نے ایک لمحے کے لیے رک کر اسے دیکھا۔

''طاہر! آپ بہت برے ہیں آپ نہیں جانتے کہ آپ نے مجھے کتنا ہرٹ کیا ہے۔'' اس کی آواز بھرائی ہوئی تھی۔

''پلیز زینب! رونا نہیں۔ میں پہلے ہی بہت ڈسٹرب ہوں۔ میں مانتا ہوں میں نے تمہارے ساتھ بہت برا کیا ہے۔ لیکن میں بہت شرمندہ ہوں۔ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ آئندہ کبھی ایسی غلطی نہیں ہو گی۔ پلیز اس دفعہ مجھے معاف کر دو تاکہ میرا پچھتاوہ ختم ہو سکے جو مجھے کسی کروٹ چین نہیں لینے دیتا۔ بلکہ یہ دیکھو میں ہاتھ جوڑ کر تم سے معافی مانگتا ہوں۔'' طاہر نے باقاعدہ ہاتھ جوڑے۔

BOOKS BANK
http://booksbankpk.blogspot.com

"ایسے مت کریں پلیز۔" زینب نے اس کے ہاتھ کھول دیے۔

ہادی دونوں کو بہت غور سے دیکھ رہا تھا۔

"بابا بے (یہ) آپ کیا کر رہے ہو؟" ہادی نے سوال کیا۔

"بیٹا ماما ناراض ہیں ان کو منا رہا ہوں۔" طاہر نے ہادی کے گال کو چھو کر کہا۔

"تو بابا! آپ ماما کو جیاں (یہاں) پاری (پیار) کر کے شوری (سوری) کر لو۔" ہادی نے مزے سے زینب کے گال پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ یہ اس کا آزمایا ہوا طریقہ تھا۔

"واہ میرے ہیرو واہ! کیا مشورہ دیا ہے پیارے۔" اس نے جاندار قہقہہ لگایا زینب بری طرح جھینپ گئی۔

"کیوں کیا خیال ہے پھر ہادی پر عمل کر لیا جائے۔ ویسے بہت دن ہو گئے آپ تو ہمیں لفٹ ہی نہیں کروا رہی ہیں۔" وہ اس کی جانب جھکا۔

"کیا کرتے ہیں ہادی بیٹھا ہوا ہے کچھ تو خیال کریں۔" وہ گھبرا کر پیچھے ہوئی۔

طاہر اس کے انداز پر مسکرایا تو وہ بھی مسکرائی اور آج بہت دنوں بعد اس کی آنکھوں نے اس کی مسکراہٹ کا پورا پورا ساتھ دیا۔

☆......☆

پھر وقت نے دکھایا کہ زینب نے "سوتیلے پن" کے پل صراط کو کامیابی سے پار کر لیا تو انعام اس کا مقدر ٹھہرا۔ زینب نے اپنے عمل سے یہ ثابت کیا کہ صرف پیدا کرنے والی ماں نہیں ہوتی بلکہ ممتا ایک کردار کا نام ہے جس میں سگے سوتیلے کی کوئی تقسیم نہیں ہوتی اور جو عورت اس کردار کے سانچے میں ڈھل جائے وہ جنم نہ بھی دے تو ماں کے رتبے پر فائز ہو جاتی ہے۔ اس کے ہاں ایک بیٹا علی اور ایک بیٹی رباب پیدا ہوئے۔ لیکن ہادی کی حیثیت اس کے نزدیک ہمیشہ پہلوٹھی کی اولاد کی رہی۔ آج چوبیس پچیس سال گزرنے کے بعد بھی ہادی کی اہمیت میں کوئی کمی نہیں آئی تھی۔ وہ علی اور رباب کا بڑا بھائی تھا۔ تینوں بہن بھائیوں میں بہت محبت تھی۔ ہادی اپنے بہن بھائی کی نسبت زینت سے بہت محبت کرتا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی وہ یہ حقیقت جانتا تھا کہ زینب نے اسے جنم نہیں دیا۔ لیکن اس کی بے لوث اور ممتا بھری محبت نے اسے کبھی کسی محرومی کا شکار نہیں ہونے دیا تھا۔ اس لیے اس کے دل میں زینب کے لیے محبت کے ساتھ ساتھ بہت عقیدت بھی تھی۔ گزرتے وقت میں کئی لوگوں نے بھی زینب کے خلاف اس کے کان بھرنے کی کوشش کی وہ اس کی حمایت میں اس طرح ڈٹ کر کھڑا ہو جاتا کہ کہنے والا اپنا منہ لے کر رہ جاتا۔

زینب کو اچھی طرح یاد ہے کہ ہادی کی عمر کوئی چودہ سولہ سال تھی۔ طاہر کی پھوپی زاد بہن اس کے یہاں آئی ہوئی تھی۔ روبینہ باجی اپنی چرب زبانی کی وجہ سے اکثر ناپسند کی جاتی تھیں۔ زینب ان کے لیے چائے وغیرہ کا بندوبست کرنے لگی۔ طاہر اور ہادی ان کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔

"ہادی! زینب تمہارا خیال تو رکھتی ہے نا؟ طاہر کے پیچھے ڈانٹتی یا مارتی تو نہیں؟" انہوں نے آنکھیں گھما کر ہادی سے پوچھا۔

"آپا! کیسی باتیں کر رہی ہیں آپ؟" وہ پھر ہادی کی طرف متوجہ ہوئیں۔

"ارے تم چپ رہو مجھے بچے سے پوچھنے دو۔" وہ پھر ہادی کی طرف متوجہ ہوئیں۔

"پھپھو! آپ اپنے بچوں سے کتنا پیار کرتی ہیں؟" ہادی نے کچھ سوچ کر سوال کیا۔

"بھئی میرے بچے ہیں پیار تو کروں گی میں ان سے۔" روبینہ نے کچھ الجھ کر جواب دیا۔

"اور کوئی غلطی کرنے پر آپ انہیں ڈانٹتی یا مارتی ہیں یا نہیں؟" ہادی نے پھر سوال کیا۔

"ارے ہاں کیوں نہیں بچوں کی تربیت کرنے کے لیے بعض اوقات سختی بھی کرنی پڑتی ہے۔" انہوں نے فخر سے بتایا۔ طاہر دونوں کی طرف متوجہ تھا۔

"اچھا تو وہ جب اچھا کام کرتے ہوں گے تو آپ ان کی تعریف بھی کرتی ہوں گی۔"

"ظاہر ہے میں ماں ہوں ان کی۔" روبینہ کو اس کے سوالوں کی منطق سمجھ نہیں آ رہی تھی۔

"پھپھو! مجھے ایک بات سمجھائیں میری زینب ماما تو بھی سارے کام کرتی ہیں۔ پھر لوگ مجھ سے خاص طور پر یہی سوال کیوں کرتے ہیں کہ ان کا میرے ساتھ سلوک کیسا ہے۔" ہادی نے روبینہ کی بولتی بند کروا دی۔

"وہ تمہاری سوتیلی ماں ہے۔" انہوں نے طنز کیا۔

"لیکن کام تو سارے وہ سگی ماؤں جیسے کرتی ہیں جیسے کہ آپ تو کیا مطلب ہے؟" ہادی نے معصومیت کی انتہا کر دی۔

"دیکھا کیسے بڑوں کے سامنے زبان چلا رہا ہے اور تم اسے دیکھ کر مسکرا رہے ہو۔ کہیں تو تربیت میں کمی رہ گئی ہے نا۔" انہوں نے طاہر کو مسکراتے دیکھا تو اپنی توپوں کا رخ اس کی طرف کر دیا۔

اتنے میں زینب چائے لے کر آ گئی۔ ہادی اپنی جگہ سے اٹھا اور اس کی طرف ایک مسکراہٹ اچھال کر باہر نکل گیا۔ روبینہ نے بڑے خراب موڈ میں چائے پی اور فوراً جانے کے لیے اٹھ کھڑی ہوئیں۔ زینب کو حیرانی ہوئی کیونکہ روبینہ کبھی بھی اتنی جلدی واپس نہیں جاتی تھیں۔

"آج روبینہ آپا کو کیا ہوا اتنی جلدی کیوں چلی گئیں۔" اس نے طاہر کے پاس بیٹھتے ہوئے سوال کیا۔

"آج تمہارے سپوت نے تمہاری حمایت میں ڈٹ کر ان کے احساس برتری کو چوٹ لگائی ہے محترمہ۔" اس نے ہلکے پھلکے انداز میں کہا۔

"کیا مطلب؟" اس نے ناسمجھی سے پوچھا تو طاہر نے ساری بات اس کے گوش گزار کر دی۔

ساری بات سن کر اس کی آنکھیں نم ہو گئیں اور ساتھ ہی اس کے دل میں ہادی کے لیے اور پیار بڑھ گیا۔ جواب اس کی ڈھال بننے کے قابل ہو گیا تھا اور آج کا دن روبینہ نے پھر کبھی ہادی سے براہ راست اس طرح کا کوئی سوال نہیں کیا تھا۔

ان گزرے سالوں میں بہت کچھ بدل گیا تھا۔ زینب کے میکے میں اس کی امی حیات تھیں لیکن ابو فوت ہو گئے تھے۔ ماہین کے بعد اسد بھائی اور ثناء بھابھی کے دو بیٹے اور تھے۔ دونوں گھروں کے بچوں کا ایک دوسرے کی طرف آنا جانا لگا رہتا تھا۔ ہادی ایم بی اے بینکنگ اور فنانس کرنے کے بعد ایک بینک میں اسسٹنٹ منیجر کے عہدے پر فائز تھا اور ماہین ایم اے لٹریچر کرنے کے بعد ایک پرائیوٹ کالج میں پڑھا رہی تھی اور ساتھ ہی ای ایل ٹی میں ایم فل کر رہی تھی۔ زینب کے ساس سسر فوت ہو گئے تھے۔ اس کی دونوں نندیں پانچ چھ سال بعد پاکستان کا چکر لگاتی تھیں۔ وہ دونوں اس کی بہت عزت کرتی تھیں کہ اس نے نہ صرف اس کے بھائی کے گھر کو بسایا تھا بلکہ اس نے حقیقی معنوں میں ہادی کی ماں ہونا ثابت کیا ہے۔ ہادی زینب کی ممتا کے اعتراف میں ہر سال مدرز ڈے پر اس کے لیے کارڈ اور پھول لے کر آتا اور اپنی پوری محبتوں اور خلوص سے زینب کے ہاتھ چوم کر یہ چیزیں اس کی نذر کرتا۔ رباب اور علی یہ دن بھول بھی جاتے مگر ہادی اس دن کو کبھی نہیں بھولتا تھا۔

آج بھی مدرز ڈے پر وہ دونوں چیزیں لے کر آیا تھا اور اس نے بڑی محبت اور عقیدت سے اپنی ماں......

BOOKS BANK http://booksbankpk.blogspot.com

کے ہاتھ تھام کر یہ شعر پڑھے تھے:

اس ظلم کی دنیا میں فقط پیار ہے میری ماں
ہے میرے لیے سایہ دار دیوار میری ماں
نفرت کے جزیروں سے محبت کی سرحدوں تک
بس پیار ہے بس پیار میری ماں
محبت، عشق، چاہت کا رشتہ ہے میری ماں
بشر کے روپ میں جیسے فرشتہ ہے میری ماں

زینب نے کارڈ نکال کر پڑھا جو اس دعا سے سجا تھا:

"یا اللہ! میری ماں کا سایا تاحیات میرے وجود کو اس طرح روشن کرتا رہے جس طرح "تو" اپنی رحمتوں کے سائے تلے دنیا کو روشن کرتا ہے۔ آمین۔" زینب نے اٹھ کر ہادی کو گلے لگا کر اس کی پیشانی چومی۔ نا جانے کیوں دونوں ماں بیٹوں کی آنکھیں بھیگنے لگی تھیں۔ علی اور رباب مدرز ڈے کا گیت گاتے ہوئے ان دونوں سے لپٹ گئے۔

☆......☆

زینب لاؤنج میں صوفے پر بیٹھی اخبار پڑھ رہی تھی۔ ہادی آیا اور اس کی گود میں سر رکھ کر لیٹ گیا۔ اس کے پیچھے ماہین، علی اور رباب بھی چلے آئے۔

"پھپھو ہادی سے کہیں مجھے گھر چھوڑ آئے۔" ماہین دوسری طرف سے آ کر اس کے پاس بیٹھ گئی۔

"میں نہیں جاؤں گا تم آج ادھر ہی رہ جاؤ۔" ہادی نے اطمینان سے جواب دیا۔

"ہادی پلیز چھوڑ آؤ بھائی نہیں ہو۔" اس نے منت کی۔

"نہیں ہوں بھائی تمہارا تو بالکل نہیں میری بہن تو یہ ہے رباب۔" ہادی نے زینب کی گود سے سر اٹھا کر رباب کی طرف بازو پھیلایا تو وہ جھٹ اس کے بازو سے آن لگی۔

"پھپھو! یہ دیکھ رہی ہیں اس ہادی کے بچے کو۔" ماہین نے شکایت کی۔

"ہادی کیوں تنگ کر رہے ہو اسے جاؤ ماہین کو چھوڑ کر آؤ۔" زینب نے ہادی کے سر پہ چپت لگائی۔

"میں بالکل نہیں جاؤں گا آپ علی سے کہیں یہ چھوڑ آئے۔" ہادی اپنی ہٹ دھرمی پر قائم تھا۔

"جاؤ علی بیٹا! ماہین آپی کو چھوڑ آؤ۔" اس نے علی سے کہا تو وہ فوراً کھڑا ہو گیا۔ ماہین بھی اٹھ کھڑی ہوئی دونوں آگے پیچھے دروازے کی طرف بڑھے۔

"ماہی (ماہین کے چڑنے کے باوجود ہادی اسے ماہی کہہ کر پکارتا تھا) اب کب آؤ گی۔" ہادی نے پیچھے سے ہانک لگائی۔

"تمہی بھی نہیں خود غرض انسان۔" ماہین نے جل کر کہا۔ اس کے اس انداز پر ہادی اور زینب کے ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھر گئی۔

"ماہی! یہ لیتے جاؤ۔" ہادی نے ایک پیکٹ لہرا کر کہا۔

وہ فوراً واپس پلٹی تو اس کے ہاتھ میں اسائنمنٹ والا پیکٹ تھا۔ اسی وجہ سے اس نے آج سارا دن یہیں گزارا تھا۔ اور ہادی کی مدد سے اسے مکمل کیا تھا۔ کیونکہ اسے کمپیوٹر چلانے میں بہت زیادہ مہارت نہیں تھی۔ ماہین نے لفافہ اس کے ہاتھ سے جھپٹا اور بغیر شکریہ ادا کیے واپس مڑ گئی۔

"ماہی! میرا شکریہ تو ادا کر دو اتنی محنت سے تمہارا کام مکمل کر کے دیا ہے۔" ہادی نے پھر اس کو ہانک لگائی مگر ماہین اس کو ٹھینگا دکھا کر باہر نکل گئی۔

لاؤنج میں صرف ہادی اور زینب رہ گئے تو ہادی نے اس کے کندھوں پر بازو پھیلایا۔

"ماما! آپ ماہین کو ہمیشہ کے لیے یہاں روک لیں نا۔" ہادی نے لاڈ سے کہا۔

وہ ماہین سے اس کی پسندیدگی سے واقف تھیں۔

"پاگل ہو گئے ہو کیسے روک لوں؟" اس نے

تجاہل عارفانہ سے کام لیا۔

"میرا مطلب ہے ماما! آپ کو اپنا ستائیس اٹھائیس سال کا بیٹا نظر نہیں آتا۔" ہادی نے اپنی طرف اشارہ کیا۔

"بالکل نظر آتا ہے۔ اللہ میرے بیٹے کو نظر بد سے بچائے لیکن تمہارا ماہین سے کیا تعلق؟" زینب نے اسے زچ کیا۔

"اچھا صاف صاف بتاؤ کیا چاہتے ہو؟" وہ اس کی روتی صورت دیکھ کر اپنی ہنسی ہونٹوں میں دبا گئیں۔

"ماما! میں چاہتا ہوں آپ اپنی بھتیجی کو اپنی بہو بنا لیں۔" اس نے جلدی سے اپنی بات مکمل کی۔

"میں کیسے اپنی بہو بنا لوں علی تو ماہین سے چھوٹا ہے۔" اس نے شرارت سے کہا۔

"ماما۔" وہ احتجاجاً چیخا۔ پھر اس کے چہرے پر شرارت دیکھ کر مسکرا دیا۔

"اوہ حضور! ماہین تو علی کی بہن ہے۔ میں اپنی بات کر رہا ہوں۔ پلیز ملکہ عالیہ! میری شادی ماہین سے کروا دیں۔" ہادی نے اس کے سامنے دو زانو ہو کر اس سے التجا کی۔

زینب نے اس کے انداز پر قہقہہ لگایا اور اس کا سر اپنی گود میں رکھ کر چوما۔

"میرا بچہ میں تمہارے بابا سے بات کرتی ہوں۔" اس نے اسے تسلی دی۔

"تم کیا بات کرو گی زینب بیگم! مجھے تو پہلے ہی شک تھا کہ دال میں کچھ کالا ہے۔" طاہر کی رعب سی آواز سن کر دونوں چونک گئے۔ وہ ان کی باتیں سن چکا تھا۔

"یہ ایسے ہی شروع سے "ماہی ماہی" کہتے ماہین کے پیچھے نہیں پھرتا تھا۔ تم دونوں کان کھول کر سن لو ہادی کی شادی میں اپنی پسند کی لڑکی سے کروں گا۔" اس کے خشک لہجے پر سب کو سانپ سونگھ گیا۔

"اپنے بیٹے کی زندگی کا فیصلہ میں خود کروں گا۔" آج برسوں بعد طاہر نے ہادی کو اپنا بیٹا کہا تھا۔

زینب اس کی بات سن کر اترے ہوئے چہرے کے ساتھ صوفے پر بیٹھی رہ گئی اور ہادی غصے سے پاؤں پٹخ کر لاؤنج سے باہر جانے لگا۔

"اور تم دونوں میری بات اپنے ذہن میں بٹھا لو کہ میری پسند کی ہوئی لڑکی اور کوئی نہیں ماہین ہی ہے۔" اس نے کڑک کر اپنی بات مکمل کی۔ دونوں نے یکدم اسے دیکھا جس کے چہرے پر مسکراہٹ تھی۔

"کیسا؟ تم دونوں کو ڈرا دیا نا۔" ہادی جھٹ باپ کے گلے جا لگا۔ اور زینب نے طاہر کو مصنوعی غصے سے گھورا۔

"میں چاہتا ہوں تمہاری بھتیجی میرے بیٹے کے دل پر ویسے ہی راج کرے جیسے تم میرے دل پر کر رہی ہو۔" وہ زینب کے ساتھ صوفے پر بیٹھ گیا اور اس کی جانب جھکا۔ باپ کے انداز پر ہادی کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔

"شرم کریں آپ! جوان بچوں کے ماں باپ ہیں ہم۔" وہ صوفے سے اٹھ گئی۔

"اب تم کہاں جا رہی ہو اچھی سی چائے پلا دو اتنی اچھی ایکٹنگ کی ہے میں نے۔" اس نے ہانک لگائی۔

"چائے بعد میں پلاتی ہوں پہلے بھابھی کو فون کر دوں کہ ہم اس اتوار کو ماہین کو ان سے مانگنے آ رہے ہیں۔" اس نے فون کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ ہادی کے چہرے پر پھیلی خوشی کو دیکھ کر طاہر نے دل میں اللہ کا شکر ادا کیا۔ جس نے زینب کے وجود کو ان کے لیے روشنی بنا کر بھیجا تھا۔

☆......

BOOKS BANK
http://booksbank.pk.blogspot.com/